إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ

(مہتمم جامعہ ھذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ہذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : ازواج مطہرات
کاوش : طلبۂ جامعہ ڈابھیل
زیر سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی
صفحات : ۲۸۰
سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ اپریل ۲۰۱۸ء
ناشر : شعبۂ تقریر و تحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

۳

ام المومنین حضرت عائشہ بنتِ ابوبکر صدیقؓ

سوانحی خاکہ

نام	عائشہ بنتِ ابوبکرؓ۔ لقب: صدیقہ، حمراء۔
کنیت	ام عبداللہ۔ قبیلہ: قریش۔
ولادت	ہجرت سے تقریباً آٹھ یا نو سال قبل مکہ مکرمہ میں۔
قبولِ اسلام	اسلام کے گہوارے خانۂ صدیق میں آنکھیں کھولنے کی برکت سے بچپن ہی میں اس دولت سے سرفراز ہوئیں۔
ہجرت	ہجرتِ رسول کے بعد والدہ اور بھائی کے ہمراہ مدینہ کی جانب ہجرت کیں۔
نکاح	ہجرت سے تین سال قبل چھ سال کی عمر میں نکاح ہوا اور مدینے میں نو سال کی عمر میں رخصتی۔
مقدارِ مہر	پانچ سو درہم۔
مدتِ رفاقت	دس سال کے قریب۔
اولاد	کوئی اولاد نہ تھی۔
حج	حضور ﷺ کے ہمراہ ۱۰ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہر سال حج کی سعادت میسر آئی۔
مرویات	۲۲۱۰ر احادیث۔
وفات	منگل کی شب، ۱۷ر رمضان المبارک ۵۸ھ۔
نمازِ جنازہ	حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔
مدفن	جنت البقیع۔ کل عمر: ۶۷۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المومنین حضرت عائشہ بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

زکریا اقبال بھوپالی

ہمدمِ سید المرسلین، جگر گوشۂ خلیفۃ المسلمین، شمع کاشانۂ نبوت، آفتابِ رسالت کی کرن، گلستانِ نبوت کی مہک، خزینۂ رسالت کا انمول ہیرا، مہر و وفا اور صدق وصفا کی دلکش تصویر، جس کی شان میں قرآنی آیات نازل ہوئیں، جس کو حرمِ نبوی میں لانے کا اہتمام آسمانوں پر کیا گیا، جس کی تصویر ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ دربارِ رسالت میں پیش کی گئی، جس کے گھر کو عزت واحترام کے ساتھ فرشتوں کے جھرمٹ نے اپنی لپیٹ میں لیا، جس کی خواب گاہ میں جبرئیل آسمان سے وحی لے کر نازل ہوتے رہے، جس کی گود میں سر رکھے رسولِ اقدس ﷺ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جسے تعلیماتِ نبوی پر عبور حاصل تھا، جسے دین ودانش کے اعتبار سے پوری امت میں ممتاز مقام پر فائز ہونے کا اعزاز نصیب ہوا، جو پوری زندگی دینی مسائل کے حوالے سے مرجعِ خلائق بنی رہی، جو فقاہت، ثقاہت اور امانت ودیانت کا اعلیٰ معیار تھی، جسے اپنی زندگی میں لسانِ رسالت ﷺ سے جنت کی بشارت ملی، امت کی ایسی ہمدرد، شفیق اور غم گسار ماں، جس کے پاس جو بھی آیا جھولیاں بھر کر گیا، جسے ازواجِ مطہراتؓ میں ایک بلند اور قابلِ رشک مقام حاصل تھا، جس کی جود وسخا اور علم وتقویٰ کے چرچے عام تھے، جس کی خدمتِ اقدس میں جبرئیل علیہ السلام نے بطورِ خاص سلام پیش کیا، جس کے حجرے میں قیامت تک کے لیے رسولِ اقدس ﷺ کے جسدِ اطہر کو سپردِ خاک کیا گیا۔ جانتے ہو کون ہے یہ لائقِ صد رشک خاتون؟ اس خاتونِ باصفا کو تاریخ

میں'' سیدہ عائشہ صدیقہؓ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آیئے! اس خاتونِ جنت کی حیاتِ طیبہ کے قابلِ رشک کردار کو اپنے لیے مشعلِ راہ بناتے ہیں اور اس مقدس مشعل سے زندگی کی تاریک راہوں کو روشن کرتے ہیں۔

حیات

نام، نسب اور خاندان

آپؓ کا نام: عائشہ، لقب: صدیقہ، حمیرا، اور کنیت: امِ عبداللہ تھی۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سیدہ امِ رومان بنت عامرؓ کی صاحبزادی ہیں۔

سلسلۂ نسب والدِ ماجد کی طرف سے اس طرح ہے: عائشہ بنتِ ابوبکر بن ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ۔

اور والدۂ ماجدہ کی طرف سے اس طرح ہے: عائشہ بنتِ امِ رومان بنتِ عامر بن عویمر بن عبدِ شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ۔

ولادت باسعادت

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہجرت سے آٹھ یا نو سال پہلے مکۂ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ بعض سیرت نگاروں نے ہجرت سے چار یا پانچ برس قبل بھی بیان کیا ہے۔ آپؓ کی ولادت باسعادت سے پہلے والدین دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ آپؓ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ سے آٹھ سال چھوٹی تھیں۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ آپؓ اپنی بہن سیدہ اسماءؓ سے دس سال چھوٹی تھیں، اور حضرت اسماءؓ کی عمر ہجرت کے وقت تقریباً ستائیس برس تھی؛ لہٰذا اس اعتبار سے حضرت عائشہؓ کی عمر ہجرت کے وقت ۱۷ برس کے

لگ بھگ ہوئی۔

والدِ محترم سیدنا ابوبکر صدیقؓ

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ذات تعارف کی محتاج نہیں ہے، آپؓ کا حقیقی نام عبداللہ اور ابوبکر کنیت ہے اور ہمیشہ کنیت نام پر غالب رہی۔ آپؓ کی ولادت ۵۷۳ء میں واقعۂ فیل کے تقریباً ۳/ سال بعد ہوئی۔ آپؓ مکۂ مکرمہ میں کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ انتہائی امانت دار اور شریف انسان تھے۔ مردوں میں آپؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اور تاحیات اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے کوشاں رہے، حضور ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے خلیفہ ہوئے۔ آپؓ کی وفات نبی کریم ﷺ کی وفات کے دو سال اور چند ماہ بعد ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مطابق: اگست ۶۳۴ء، ۶۳/ برس کی عمر میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی قبرِ مبارک اور منبر کے درمیان آسودۂ خواب ہیں۔ آپؓ کو حضرت عبدالرحمن، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت طلحہؓ نے قبر میں اتارا۔ آپؓ کی قبر اس انداز سے کھودی گئی کہ آپ کا سر حضور اقدس ﷺ کے کندھوں کے برابر ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: عشرہ مبشرہ، ناشر: شعبۂ تقریر و تحریر، جامعہ ڈابھیل)

والدۂ محترمہ سیدہ امِ رومانؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدۂ محترمہ کا نام امِ رومان تھا، سیدنا ابوبکرؓ کی ترغیب ودعوت پر انہوں نے اسلام قبول کیا، نہایت نیک وپارسا خاتون تھیں، اسلام کی خاطر بیسیوں قربانیاں دیں۔ حضور اقدس ﷺ ان کا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: لوگو! جس کا دل چاہتا ہے کہ دنیا میں جنت کی حور دیکھے تو وہ امِ رومان کو دیکھ لے۔

ذوالحجہ ۶ھ میں قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ حضور اقدس ﷺ آپؓ کی قبر میں اترے اور فرمایا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ امِ رومان نے تیری اور تیرے رسول کی رضا

کے لیے کس قدر مصائب جھیلے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بخشش کی دعائیں کیں۔ (تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمایئے: چند روشن صحابیات، ص: ۱۳۷-۱۲۷، ناشر شعبہ تقریر و تحریر جامعۃ الہدیٰ)

حلیہ

حضرت عائشہؓ لڑکپن میں دبلی پتلی تھیں؛ لیکن تیرہ چودہ برس کی عمر تک پہنچ کر بدن میں قدرے گرانی آ گئی تھی، رنگ سرخ وسپید تھا اور یہی آپ کے لقب ''حمیراء'' کا سبب بنا۔ نیز آپ نہایت خوش رو اور صاحبِ جمال خاتون تھیں۔

عہدِ طفولیت وقبولِ اسلام

حضرت عائشہؓ کے قبولِ اسلام پر کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے؛ کیوں کہ آپ نے جس گھرانے میں آنکھیں کھولی تھیں وہ نہ صرف نورِ اسلام سے منور تھا؛ بلکہ اشاعتِ اسلام وحفاظتِ اسلام کا ایک مرکز تھا، اس وجہ سے حضرت عائشہؓ نے جب آنکھیں کھولیں تو گھر میں ایمان واسلام اور اللہ ورسول کی محبت کے چرچے سنے اور مناظر دیکھے، چناں چہ وہ خود فرماتی ہیں کہ: جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا۔ نیز فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ روزانہ صبح وشام ہمارے مکان پر رونق افروز ہوا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بچپن سیدنا ابو بکر صدیقؓ جیسے عظیم المرتبت باپ کے زیرِ سایہ بسر ہوا، ایامِ طفولیت ہی سے آپؓ عام بچوں سے ممتاز نظر آتی تھیں، مبدأِ فیاض سے حافظہ اتنا قوی پایا تھا کہ بچپن کے ایام کی تمام باتیں یاد تھیں۔

امام بخاریؒ نے تفسیرِ سورۂ قمر میں لکھا ہے کہ: جب آیتِ کریمہ ﴿بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر﴾ مکہ میں نازل ہوئی تو اُس وقت حضرت عائشہؓ کھیل رہی تھیں۔ یہ واقعہ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ ہی کی زبانی نقل کیا ہے۔ اسی

طرح ہجرتِ مدینہ کے وقت آپؓ کی عمر صرف آٹھ سال تھی، آپؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سفرِ ہجرت کی تیاری اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ کے ساتھ مل کر کی تھی؛ لیکن اس سارے واقعے کی چھوٹی سے چھوٹی جزئیات کو کم عمری کے باوجود جس طرح یاد رکھا اور جس صفائی اور وضاحت سے انہیں روایت کیا یہ ان کے غیر معمولی حافظے کا بیّن ثبوت ہے۔

شیر خوارگی

وائل کی بیوی نے آپؓ کو دودھ پلایا تھا۔ وائل ابوالقُعَیس کی بیوی سے دودھ پینے کا ذکر خود آپ ہی کی زبانی بخاری شریف میں موجود ہے، فرماتی ہیں کہ: پردے کا حکم نازل ہوجانے کے بعد ابوالقُعَیس کے بھائی افلح نے میرے پاس آنے کی اجازت چاہی، تو میں نے جواب دیا کہ: حضور انور ﷺ سے دریافت کر لینے کے بعد ہی میں اجازت دے سکتی ہوں؛ کیوں کہ مجھ کو ابوالقعیس نے نہیں؛ بلکہ ان کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ آپ ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے پوری تفصیل گوش گزار کردی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: افلح تمہارے رضائی چچا ہیں، ان کا تمہارے پاس آنا جانا درست ہے۔

گڑیوں سے کھیلنا

سیدہ عائشہؓ کا بچپن کے زمانے میں گڑیوں سے کھیلنا اتنا معروف ہے کہ اس پر دلیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ میں اپنی گڑیوں کے ساتھ کھیل میں مشغول رہا کرتی تھی کہ اس حال میں حضور انور ﷺ میرے پاس تشریف لے آتے اور چھوٹی بچیاں میرے پاس بیٹھی ہوا کرتی تھیں، آپ کو دیکھ کر وہ چلی جاتیں، جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو دوبارہ میرے پاس آجاتیں۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لے آئے، آپؐ کی گڑیوں میں ایک پروں والا گھوڑا بھی تھا، حضور ﷺ نے پوچھا کہ: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ: یہ گھوڑا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے، آپؓ نے بے ساختہ جواب دیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پَر تھے۔ یہ جواب سن کر آپ ﷺ بے ساختہ مسکرائے۔ اس واقعہ سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی فطری حاضر جوابی، مذہبی واقفیت، تاریخی معلومات، ذکاوتِ ذہنی اور زود فہمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سلسلۂ جنبانی

عمر کی ابھی چھ بہاریں ہی دیکھ پائی تھیں کہ کاشانۂ نبوت میں شمع فروزاں بن کر جلوہ نما ہونے کا فیصلہ ہوگیا، جن دنوں سرکار دو عالم ﷺ تنہائی کے اضطراب، مصائب کے ہجوم اور ستم گاریوں کے تلاطم میں ہمدرد وغمگسار رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے غم میں طبعی اکتاہٹ کے شکار تھے؛ ایک روز حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی سیدہ خولہ بنت حکیمؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کس سے؟ عرض کیا: بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں، پوچھا: کون؟ عرض کیا: سودہ بنتِ زمعہ اور عائشہ بنتِ ابی بکر، فرمایا: ٹھیک ہے، دونوں جگہ بات کر کے دیکھ لو۔

پیغامِ نکاح

سیدہ خولہ بنت حکیمؓ سیدھے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے گھر گئیں، حضرت امِ رومانؓ سے ملی اور ان سے کہا: مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت کو تمہارے گھر میں داخل کر دیا ہے، امِ رومانؓ نے پوچھا: کیوں کیا ہوا؟ خولہ نے بتایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے

تمہارے گھر بھیجا؛ تاکہ آپ کی بیٹی عائشہ کے رشتے کے بارے میں بات کروں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے اس رشتے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ حضرت ام رومانؓ نے کہا: مجھے تو منظور ہے، ابوبکر کو آلینے دوان کی رائے بھی معلوم کرلیں۔

تھوڑی دیر بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے، ان کے ساتھ رشتے کے بارے میں بات کی تو وہ فرمانے لگے: کیا عائشہ کی شادی رسول اللہ ﷺ سے ہوسکتی ہے، یہ ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ سیدہ خولہؓ یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس گئی اور آپ کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے ابوبکر صدیق سے کہو کہ: آپ میرے دینی بھائی ہے، آپ کی بیٹی سے میری شادی ہوسکتی ہے۔ سیدہ خولہؓ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی اور انہیں نبیٔ کریم ﷺ کا پیغام سنایا تو انہوں نے کہا: ''چشم ما روشن دل ماشاد''۔

البتہ ایک پریشانی اب بھی باقی ہے وہ یہ کہ میں مطعم بن عدی سے اس کے بیٹے جبیر کے لیے عائشہ کے متعلق وعدہ کرچکا ہوں، اب اگر انکار کرتا ہوں تو یہ وعدہ شکنی ہوگی۔ لیکن پھر معلوم ہوا کہ مطعم نے خود ہی اس بنا پر انکار کردیا کہ اگر عائشہ ان کے گھر آگئی تو اسلام کے قدم گھر میں داخل ہوجائیں گے۔ اس طرح یہ مسئلہ بھی نمٹ گیا۔

نکاح

حضرت ابوبکرؓ کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی کیا بات ہوسکتی تھی کہ ان کی صاحبزادی تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نکاح میں آئے، وہ فوراً راضی ہوگئے، چناں چہ سنہ ۱۰ نبوی شوال کے مہینہ میں پانچ سو درہم حق مہر پر آپؓ کا نکاح ہوا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود خطبۂ نکاح پڑھایا، مگر کم عمری اور مکہ کے جاں گداز حالات کے باعث رخصتی عمل میں نہیں آئی۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی، آپؓ فرماتی ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عقد فرمایا تب میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ میری والدہ نے مجھے باہر نکلنے سے منع کر دیا، تب میں سمجھی کہ اب تو میرا نکاح ہو چکا ہے، اس کے بعد میری والدہ نے مجھے مستقل سمجھا دیا۔

نبی کریم ﷺ کا سیدہ عائشہؓ کو خواب میں دیکھنا

یہ نکاح وحی کے اشارے سے ہوا تھا اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تجھے شادی سے پہلے خواب میں دو دفعہ دیکھا۔ ایک مرتبہ میں نے فرشتے کو دیکھا کہ: وہ ریشم کے کپڑے میں لپٹی تصویر اٹھائے ہوئے ہیں، میں نے فرشتے سے کہا کہ: ذرا کپڑے کا پردہ ہٹاؤ، جب اس نے پردہ ہٹایا تو اس میں تو تھی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ: اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔ پھر میں نے دوسری مرتبہ خواب میں دیکھا کہ: فرشتے نے ریشم کے کپڑے میں تصویر کو لپیٹ کر اٹھایا ہے، میں نے فرشتے سے کہا کہ: پردہ ہٹاؤ، اس نے پردہ ہٹایا تو اس میں تو تھی، میں نے کہا کہ: اگر یہ اللہ کی جانب سے ہے تو اس کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

ہجرت

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا، اس کے بعد آپ ﷺ چند سال مکۂ مکرمہ میں رہے اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور صحابۂ کرامؓ مدینۂ منورہ پہنچنے لگے، یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم ہو گیا اور آپ میرے والد کو ساتھ لیے ہجرت کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اپنے اہلِ خانہ کو مکّہ ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے اہل وعیال کو ایک ساتھ بلوالیا۔

جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو حضرت عائشہؓ کی والدہ امِ رومان نے انہیں اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھالیا، راستے میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا کہ ایک مقام سے کوچ کرنے کے بعد راستے میں اونٹنی مستی میں آکر آپے سے باہر ہوگئی اور اچھلنا کودنا شروع کردیا۔ ہر لحہ اونٹنی کے بدک کر کودنے اور اس پر سے گر جانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے حضرت امِ رومانؓ بے حد پریشان ہوگئیں اور ان کی گھبراہٹ بڑھ گئی، خود انہیں اپنی اتنی فکر نہ تھی؛ لیکن اپنی پیاری بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی بلائیں لیتی ہوئی "وابنتاہ! واعروساہ!" کے الفاظ بار بار بہ آوازِ بلند دہرانے لگیں کہ ہائے میری پیاری بیٹی! ہائے میری پیاری دلہن! اتنے میں اچانک غیب سے ندا آئی کہ اونٹ کی مہار چھوڑ دو۔ جب اونٹ کی مہار چھوڑ دی گئی تو وہ سکون واطمینان سے اپنی منزل کی جانب چلنے لگا۔ اس طرح یہ قافلہ مدینۂ منورہ پہنچا۔

رخصتی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ہم مدینۂ منورہ آئے اور بنو الحارث بن الخزرج کے محلّے میں رہائش اختیار کی۔ مدینۂ منورہ کی آب وہوا اور موسمی حالات مکّہ والوں کے لیے ناموافق تھے، اس لیے ابتدائی زمانے میں اکثر مہاجرین بیمار رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی بیماری سے محفوظ نہ رہ سکے، ان پر بخار نے شدید حملہ کیا، سیدہ عائشہؓ اور ان کی والدہ نے جی جان سے تیمارداری کی۔ حضرت ابوبکرؓ کی صحت یابی کے بعد سیدہ عائشہؓ خود بیمار پڑ گئیں۔ ایک ماہ تک تیز بخار کا سلسلہ رہا، مرض کی شدت کی وجہ سے سر کے بال بھی

جھڑ گئے، جب صحت بحال ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے تاجدار مدینہ ﷺ سے عرض کیا کہ: اللہ کے رسول! آپ عائشہ کو رخصت کیوں نہیں کروا لیتے! آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی میرے پاس مہر کی رقم نہیں، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے پانچ سو درہم بہ طور قرض آپ کی خدمت میں پیش کر دیے، اور اسی پر رخصتی طے پائی۔

رخصتی کی داستان

یہ رخصتی بھی کس سادگی سے ہوئی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک دن کی بات ہے کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی، میری ماں نے مجھے آواز دی، تو میں ان کے پاس چلی آئی، میں نہیں جانتی تھی کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔ پھر وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلیں، یہاں تک کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر پہنچے، تیز تیز چلنے سے میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ میری والدہ نے پانی سے میرا چہرہ دھویا اور میرے سر کے بالوں کو ٹھیک کیا اور مجھے گھر کے اندر لے آئیں، گھر کے اندر انصار کی چند خواتین تھیں، انہوں نے مجھے دیکھتے ہی خوشی کا اظہار کیا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا کی اور وہ میرے بارے میں کہنے لگیں کہ: یہ تو بڑی نصیب والی ہے۔ پھر میری والدہ نے مجھے ان خواتین کے سپرد کر دیا، انہوں نے میرا بناؤ سنگار کیا، پھر مجھے ایک جگہ لا کر بٹھا دیا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ یہ چاشت کا وقت تھا اور میری عمر اُس وقت نو برس کی تھی۔

یہ تھی دو جہاں کے سردار کی سب سے چہیتی زوجہ کی رخصتی کی داستان! آج ان صفحات سے نظریں ہٹا کر معاشرے کی باراتوں پر نظر پڑتی ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

ایک رسمِ بد کا خاتمہ

حضرت عائشہؓ کی رخصتی شوال میں ہوئی، عرب کے لوگ شوال میں شادی کرنے کو

برا سمجھتے اور منحوس خیال کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اس جہالت کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا، اور شوال ہی میں میری رخصتی ہوئی، اب بتاؤ مجھ سے زیادہ کونسی بیوی حضور کی چہیتی تھی۔ اور اس جہالت کو بیخ و بن سے اکھیڑنے کے لیے حضرت عائشہؓ چاہتی تھیں کہ شوال کے مہینے میں عورتوں کی رخصتی ہوتا کہ اس رسمِ بد اور فاسد عقیدے پر زد پڑے۔

صدّیقہ کا گھر

حضرت عائشہؓ جس گھر میں رخصت ہو کر آئی تھیں وہ کوئی عالی شان محل نہ تھا: بلکہ بنی نجار کے محلے میں مسجدِ نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چند حجرے بنا دیے گئے تھے، انہیں میں سے ایک حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا مسکن تھا۔ یہ مسجد کی شرقی جانب واقع تھا، حجرے کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ ہوگی، دیواریں کچی اینٹ کی بنی ہوئی تھیں اور چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنائی گئی تھی، بارش کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے اوپر کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ چھت کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ کوئی کھڑا ہو کر ہاتھ اونچا کرے تو چھت کو لگ جائے۔ دروازہ صرف ایک پٹ کا کواڑ تھا: لیکن وہ کبھی بند نہ ہوا، پردے کے لیے صرف ایک کمبل لٹکا دیا گیا تھا۔ حجرے سے متصل وہ بالا خانہ تھا جس میں آپ ﷺ نے ازواجِ مطہراتؓ سے بائیکاٹ کر کے ایک مہینہ گزارا تھا۔ ایک چٹائی، ایک بستر، ایک چھال بھرا تکیہ، کھجوریں رکھنے کے لیے برتن، پانی بھرنے کے لیے ایک مشکیزہ اور پینے کے لیے صرف ایک پیالہ تھا، یہ گھر دنیوی مال ومنال سے اگرچہ خالی تھا: لیکن روحانی دولت سے مالا مال تھا۔

''سیر اعلام النبلاء'' میں علامہ ذہبیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لایقبض النبي إلا في أحب الأمكنة إليه" یعنی نبی کی

روح اس کی پسندیدہ جگہ میں قبض کی جاتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ رسول اقدس ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ سب سے زیادہ پسند تھا۔

سیدہ عائشہؓ کا جہاد

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام میں خواتین کے لیے جملہ احکامات ان کی جبلت، عادت، طبیعت، عقل و دانش اور جسمانی ساخت کو پیش نظر رکھ کر نازل کیے گئے ہیں؛ تاکہ اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے ان کے لیے عمل کرنا آسان ہو۔ جہاد کے میدان میں عورت کی مشارکت اس کی صلاحیت کے پیش نظر عام حالات میں مباح قرار دی گئی ہے، بالعموم میدانِ جہاد میں خواتین کو بیماروں کی تیمارداری، زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو کھلانے پلانے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے، عورت کی لڑائی میں بہ نفسِ نفیس عملی طور پر شرکت اضطراری حالت میں ہوتی ہے، جیسا کہ سیدہ ام عمارہ نُسیبہ بنت کعبؓ نے غزوۂ احد میں باقاعدہ لڑائی میں شرکت کی، اور رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس کر انہیں تہہ تیغ کیا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی غزواتِ رسول میں قابلِ قدر کارنامے سرانجام دیے۔

غزوۂ احد میں حضرت عائشہؓ کا کردار

حضرت عائشہؓ فطری طور پر نہایت بہادر اور دلیر تھیں ۳ھ میں غزوۂ احد پیش آیا اس غزوے میں ایک اتفاقی غلطی نے جنگ کا پانسا پلٹ دیا اور حضور اکرم ﷺ کے شہید ہونے کی غلط خبر مشہور ہوگئی۔ یہ افواہ اڑتی اڑتی جب مدینہ پہنچی تو کہرام بپا ہوگیا، مدینۂ منورہ سے حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت فاطمہؓ اور چند دوسری خواتین اسلام دیوانہ وار میدانِ کارزار کی طرف بھاگیں، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی، آپ ﷺ باحیات ہیں، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ کے زخموں کو دھویا، پھر

مشکیزے بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا اور مرہم پٹی کا کام انجام دیا۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض دیگر خواتین کے ہمراہ مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کے ساتھ ہی میدانِ کارزار گئی تھیں، اور جب مسلمان اضطراب وافراتفری کے شکار تھے تو وہ اپنی کمر پر مشکیزہ رکھ کر زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔

غزوۂ احزاب

غزوۂ احزاب میں بھی مجاہد خواتین کے ساتھ شریکِ جہاد ہوئیں، قلعے سے آپ دیگر خواتین اور بچوں کے ساتھ نیچے اتریں اور لشکرِ اسلام کی اگلی صفوں میں شامل ہوئیں۔ اور اس باغیچے میں جا داخل ہوئیں جہاں مسلمانوں کا جم غفیر جمع تھا۔ سیدنا عمر بن خطابؓ بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے سیدہ عائشہؓ کو دیگر خواتین کے ہمراہ دیکھ کر طبعی طور پر ناگواری کا اظہار کیا اور قدرے تلخ لہجے میں خواتین کی شمولیت کو نامناسب قرار دیا، یہ انداز دیکھ کر سیدنا طلحہ بن عبید اللہؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا: اے عمر! تمہارے رویے پر بڑا افسوس ہے! یہ معزز خواتین تو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے میدانِ جہاد میں نکلی ہیں۔

سیدہ عائشہؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کی تلخ کلامی کو بہت زیادہ محسوس کیا اور دوبارہ قلعہ میں تشریف لے گئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی مدد کی اور ایسے غیبی لشکر بھیج دیے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ دشمن کی فوج بکھر گئی، اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ گھبرائے ہوئے سر پر پاؤں رکھ کر اسی طرف بھاگ گئے جہاں سے آئے تھے۔

اس کے علاوہ غزوۂ مریسیع میں بھی آپ حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں جس سے واپسی

پر مشہور واقعۂ افک پیش آیا، جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آگے آرہا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا امتِ مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان

حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک سفر میں رسولِ اقدس ﷺ کے ہمراہ تھیں، صدیقِ اکبرؓ اور دیگر بہت سے صحابۂ کرام بھی شریکِ سفر تھے، صحرا میں ایک جگہ قیام کیا گیا۔ اس دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گلے کا ہار کہیں ٹوٹ کر گر گیا، بعض صحابہؓ کو اس کی تلاش پر مامور کر دیا گیا، ہار کا کہیں سراغ نہ ملا۔ سرورِ عالم ﷺ حضرت عائشہؓ کی آغوش میں سر رکھے محوِ استراحت تھے، نمازِ فجر کا وقت ہوگیا، وضو کے لیے پانی موجود نہ تھا، صحابہؓ کے دلوں میں تشویش کی لہر دوڑنے لگی، چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ عائشہؓ کی وجہ سے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔ صدیقِ اکبرؓ نے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی بیٹی سے قدرے ترش لہجے میں کہا: تم نے ہمارے لیے یہ کیا مصیبت کھڑی کر رکھی ہے، تمہاری وجہ سے سب قافلے والے پریشان ہیں، نماز کا وقت گذرتا جارہا ہے، یہاں وضو کے لیے پانی میسر نہیں ہے، اور تم کو اپنے گلے کے ہار کی پڑی ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: حضرت ابوبکرؓ نے مجھے خوب سرزنش کی اور میری کوکھ میں اپنے ہاتھ سے کچو کے مارنے لگے، مجھے تکلیف تو بہت ہوئی لیکن میں نے ذرا بھی حرکت نہیں کی، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی نیند خراب نہ ہو۔

عین اسی موقع پر تیمم کی آیتیں نازل ہوئیں جن کا ترجمہ ہے: اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا حاجتِ ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہو اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو، اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

قرآنِ حکیم کا یہ حکم سنتے ہی جن زبانوں پر حرفِ شکایت تھا، وہ سیدہ عائشہؓ کی

تعریف وتوصیف میں بدل گیا، مشہور ومعروف صحابی حضرت اسید بن حضیر فرمانے لگے: آلِ ابوبکر کا اُمت پر یہ کوئی پہلا احسان نہیں، اس کے سوا بے شمار احسانات ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑی دیر پہلے اپنی بیٹی کو ڈانٹ پلا رہے تھے، تیمم کی آیت سنتے ہی مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ: بیٹی! مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اتنی عظیم اور بابرکت ہو کہ ربِ عرشِ عظیم نے تمہاری پسندیدہ اداؤں کی یہ دولت آسمان سے ایسا حکم نازل فرما دیا جو قیامت تک اُمت کے لیے باعثِ رحمت ہوگا۔ بیٹی! جیتی رہو، خوش رہو، شاد رہو، آباد رہو۔ تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کتنی آسانی اور سہولت بخش دی۔ بعد ازاں روانگی کے لیے اونٹ اٹھایا گیا تو اسی کے نیچے سے گرا ہوا ہار بھی مل گیا۔

حیاتِ عائشہؓ کے چار اہم واقعات

(۱) **واقعۂ افک**:

نیرنگئ دوراں دیکھئے، زمانے بھر کی پاک باز، شرم وحیا کی پیکر، اُمت کی ہم درد وغمگسار خاتونِ جنّت کو بھی بدبخت منافقین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ماہ شعبان ۵ھ میں سید المرسلین ﷺ لشکرِ اسلام لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے، نجد کے قریب قبیلۂ بنو مصطلق کا مشہور ومعروف مریسیع نامی ایک چشمہ تھا، وہاں لشکرِ اسلام کا کفار سے آمنا سامنا ہوا؛ لیکن خون ریز جنگ کی نوبت نہ آئی، اس دفعہ لشکرِ اسلام میں منافقین کی بھی بڑی تعداد شریک تھی۔

اس سفر میں ازواج میں سے رسولِ اقدس ﷺ کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، اُس وقت ان کی عمر صرف چودہ برس تھی، جسم دبلا پتلا تھا، سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنی بہن حضرت اسماءؓ سے ہار لے کر پہن رکھا تھا، ہار کی لڑیاں بہت کمزور تھیں، واپسی پر لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قضائے

حاجت کے لیے قدرے دور چلی گئیں، واپس آنے لگیں تو اچانک دیکھا کہ گلے میں ہار نہیں، وہیں ڈھونڈنا شروع کر دیا، جس سے واپسی میں دیر ہو گئی، تلاشِ بسیار کے بعد ہار تو مل گیا؛ لیکن اتنی دیر میں لشکر وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔ ہر جگہ پڑاؤ اور کوچ کے وقت طریق کار یہ تھا کہ ساربان باپردہ محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے اور سفر پر روانہ ہو جاتے۔ سیدہ عائشہؓ کے دبلے پتلے بدن کی وجہ سے اٹھاتے وقت اٹھانے والوں کو اس بات کا احساس نہ ہو سکا کہ وہ محمل میں موجود نہیں ہیں، انہوں نے حسبِ معمول محمل کو اٹھایا، اونٹ پر رکھا اور چل دیے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ پڑاؤ کی جگہ پہنچیں تو وہاں کسی کا نام ونشان نہیں تھا، دل میں خیال آیا کہ جب قافلے والے اگلی منزل پر مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو لینے کے لیے واپس آ جائیں گے، اسی خیال میں چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں اور اسی حالت میں آنکھ لگ گئی۔

جب سپیدۂ صبح نمودار ہوا تو حضرت صفوان بن معطلؓ وہاں پہنچے، ان کے ذمے کام ہی یہی تھا کہ یہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہیں اور گری پڑی چیزوں کو اٹھا لیا کریں، انہوں نے دیکھا کہ کوئی میدان میں چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہے، قریب آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے "إنا للہ وإنا إلیہ راجعون" نکلا۔ ان کی آواز سن کر سیدہ عائشہؓ بیدار ہو گئیں، انہوں نے فوراً اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا؛ تاکہ حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو جائیں؛ چناں چہ حضرت عائشہؓ جلدی سے اونٹ پر سوار ہو گئیں، صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑی اور پیدل چل دیے۔ اگلی منزل پر دوپہر کے وقت لشکرِ اسلام نے پڑاؤ کیا ہی تھا کہ صفوان بن معطلؓ اونٹ کی مہار پکڑے لشکر گاہ میں داخل ہوئے، قافلے میں شامل سب لوگوں کے سامنے سیدہ عائشہؓ اونٹ سے نیچے اتریں۔ صرف اتنی سی بات تھی جس کو منافقین کی سازش اور ریشہ دوانی نے بتنگڑ بنا دیا۔

دورانِ سفر بعض اوقات اس قسم کے واقعات پیش آ جایا کرتے ہیں؛ لیکن منافقوں

کے سردار عبد اللہ بن اُبی نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے کردار پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔لشکر تو وہاں سے کوچ کر کے مدینہ پہنچ گیا،مگر ایک خاص سازش کے تحت یہ بات پورے مدینے میں پھیلا دی گئی کہ (نعوذ باللہ) سیدہ عائشہؓ پاکیزہ نہیں رہیں، ان کا کردار مشکوک ہو گیا ہے۔ منافقین کے علاوہ مخلصین میں سے حسان بن ثابتؓ، حمنہ بنت جحشؓ اور مسطح بن اثاثہؓ بھی اس پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔اُدھر رسولِ اقدس ﷺ یہ صورتِ حال دیکھ کر بہت پریشان ہوئے؛لیکن ادھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گھناؤنی سازش کا کچھ علم ہی نہ تھا۔

ایک روز رات کے وقت حضرت عائشہؓ مسطح کی بوڑھی والدہ کے ہمراہ باہر تشریف لے جا رہی تھیں کہ انہیں ٹھوکر لگی تو انہوں نے''مسطح'' کو برا بھلا کہا،سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ:''بڑے تعجب کی بات ہے،آپ ایک بدری صحابی کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کر رہی ہیں،انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ کیسی گھناؤنی سازش میں ملوث ہے؛اور پھر ساری داستان سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنادی۔اپنے متعلق ایسی سطحی باتیں سن کر حضرت عائشہؓ کے اوسان خطا ہو گئے، وہیں سے واپس گھر لوٹ آئیں اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

اچانک غموں کا ایسا پہاڑ ٹوٹا کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے،والدین کو پتہ چلا تو وہ بھی آ گئے۔آپ کی غم گسار،شفیق اور ہمدرد ماں نے ہر چند دلاسا دیا کہ:تم اپنے خاوند کی چہیتی بیوی ہو اس لیے تمہارے خلاف یہ سازش سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تیار کی گئی ہے، بیٹی! صبر کرو! جلد ہی حالات درست ہو جائیں گے۔حضرت صدیقِ اکبرؓ نے بھی دلاسا دیا؛لیکن شرم و حیا کی پیکر کو پل بھر کے لیے بھی چین نہیں آیا،بہت دل گرفتہ تھیں،ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زندگی میں ایسے دن بھی آ سکتے ہیں۔اسی

دوران حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے یہاں سے اپنے والدِ محترم کے گھر قیام پذیر ہوگئیں۔

ایک دن دونوں ماں باپ اپنی نورِ چشم کے پاس بیٹھ کر تسلی دے رہے تھے کہ رسول اقدس ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نہایت شفقت بھرے انداز سے صاف صاف یوں گویا ہوئے: عائشہ! اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو توبہ کرلو، اللہ معاف کرنے والا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی آنکھوں سے آنسو خشک ہوگئے، اپنی والدہ سے کہا: اماں جان! جواب دو، میں آپ کی گود میں پلی بڑھی ہوں، آپ کا دودھ پیا ہے، آپ کے آنگن میں پرورش پائی ہے۔ لیکن والدہ خود سراپا غم کی تصویر بنی بیٹھی تھیں، دل گرفتہ، افسردہ اور پریشان تھیں، مہر بلب خاموش رہیں، آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ بے بسی کا یہ منظر دیکھ کر ابا جان سے کہا: آپ ہی کوئی جواب دے دیں، وہ بھی خاموش رہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر خود ہی مخاطب ہوئیں اور کہا: اگر میں اس ناکردہ گناہ کا انکار کروں اور میرا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس جرم سے پاک اور بالکل بری ہوں۔ تو آپ لوگ اسے سچ نہیں مانیں گے، آپ کے دل کو تسلی نہیں ہوگی، میں اس موقع پر جب کہ یہ بات زبان زدِ عام ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے والد والا جواب ہی دینا پسند کروں گی؛ لہٰذا میرا جواب یہ ہے: ﴿فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون﴾ صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی حامی و ناصر ہے اس کے خلاف جو تم بیان کرتے ہو۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بعد میں بیان فرمایا کرتی تھیں کہ: اُس وقت میں نے بہت سوچا کہ حضرت یوسفؑ کے والد: حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام مستحضر ہو جائے؛ لیکن غم کی وجہ سے ذہن پر بوجھ اتنا تھا کہ بہت سوچنے کے باوجود یہ نام ذہن میں نہ آسکا۔

اِدھر یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ سید المرسلین ﷺ پر وحی کے آثار طاری ہوئے جس سے وہاں موجود تینوں افراد سمجھ گئے کہ وحی نازل ہونا شروع ہوگئی ہے۔ وحی کا سلسلہ ختم

ہوا تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا، آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے محبت بھرے انداز میں فرمایا: عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ نے تجھے بری کر دیا ہے۔ پھر آپ نے وہ آیات تلاوت کرنا شروع کر دیں، جن کا ترجمہ یہ ہے:

جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کی ایک جماعت ہیں۔ اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو؛ بلکہ یہ بھی تمہارے لیے خیر ہی ہے۔ جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا گناہ ہی سمیٹا اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لیے تو عذابِ عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ: یہ صریح بہتان ہے۔ وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے، جب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں، اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر دنیا وآخرت میں اللہ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا۔ (غور کرو کہ تم اُس وقت کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جب کہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی، اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا، تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالاں کہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی، کیوں نہ تم نے اسے سنتے ہی یہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ! یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے۔

اللہ تم کو نصیحت کر رہا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مؤمن ہو، اللہ تمہیں صاف صاف ہدایت دیتا ہے، اور وہ علیم وحکیم ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے وہ دنیا وآخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور رحم وکرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق

ورحیم ہے (تو یہ چیز جو تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھا دیتی) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، اس کی پیروی جو کوئی کرے گا وہ اسے فحش اور بدی کا ہی حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو تم میں کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا؛ مگر اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے، اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورۂ نور: ۱۱تا۲۱)

حضرت صدیقِ اکبرؓ اور ماں ام رومانؓ نے اپنی لختِ جگر نورِ چشم کی شان میں قرآنی آیات سن کر مسرّت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: عائشہ اٹھو اور اپنے سرتاج کا شکریہ ادا کرو۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے برجستہ کہا: میں تو اپنے اللہ کا شکر ادا کروں گی، جس نے میری شان میں قرآنی آیات نازل کیں جن کی قیامت تک تلاوت کی جائیں گی۔ یہ حادثہ ''واقعۂ افک'' کے نام سے تاریخِ اسلام میں مشہور ہوا۔

(۲) واقعۂ ایلا:

ازواجِ مطہراتؓ کے لیے غلّہ اور کھجور کی جو مقدار مقرر تھی وہ ان کی ضروریات کے لیے کافی نہ تھی اور اکثر وہ تنگ دستی سے گذر اوقات کرتی تھیں، ادھر اموالِ غنیمت اور سالانہ محاصل میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ چناں چہ ازواجِ مطہراتؓ نے اپنے مقررہ گذارے میں اضافہ کی خواہش کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹیوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز رکھا؛ لیکن دوسری ازواج اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر حضرت عائشہؓ کے حجرے سے متصل ایک بالاخانے پر قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک اپنی ازواج سے نہیں ملیں گے۔ منافقین ایسے موقع کی تلاش میں رہتے تھے، انہوں نے مشہور کر دیا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ تمام صحابۂ کرامؓ یہ خبر سن کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ایک چٹائی پر لیٹے تھے اور جسمِ اطہر پر اس چٹائی کے نشان بن

گئے تھے، فاروقِ اعظم حضور اقدس ﷺ کو اس حال میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی اجازت سے یہ خوش خبری تمام لوگوں کو سنادی، اس پر تمام مسلمانوں اور ازواجِ مطہراتؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں ایک ایک دن گنتی تھی، انتیسویں دن حضور ﷺ بالاخانہ سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا اور آج انتیس دن ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے اشارہ کر کے فرمایا: مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(۳) واقعۂ تخییر:

واقعۂ ایلا کے بعد ایک دن حضور اقدس ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریافت فرمایا: عائشہ! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں وہ یہ کہ تم دنیاوی مال و دولت چاہتی ہو یا میرے ساتھ اسی طرح روکھی سوکھی کھا کر زندگی بسر کرنا چاہتی ہو؟ جواب دینے میں جلدی نہ کرنا، اس سلسلے میں تم اپنے ماں باپ سے بھی مشورہ کرلو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! میں اور میرے ماں باپ سب آپ پر قربان، میں اس سلسلے میں بھلا اپنے ماں باپ سے مشورہ کیوں کروں؟ میں اللہ اور رسول کو پسند کرتی ہوں، مجھے دنیا نہیں چاہیے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے محبت اور وارفتگی کا والہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے دنیاوی فوائد سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی معصومانہ انداز میں خدمتِ اقدس میں عرض گذار ہوئیں کہ میری اس دلی خواہش کا دوسری بیویوں کو پتہ نہ چلنے پائے۔ آپ ﷺ جاں نثاری کا یہ مجبوبانہ انداز دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میں دنیا میں معلم بن کر آیا ہوں نہ کہ جابر۔ صورتِ حال کا جائزہ لے کر تمام ازواجِ مطہراتؓ نے وہی موقف اختیار کیا جو

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اختیار کیا تھا۔

بعض کتابوں میں ایلاء وتخییر کے ان دونوں واقعات کو ملا کر بیان کیا گیا ہے۔اور ویسے بھی دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

(۴) واقعۂ تحریم:

رسولِ اقدس ﷺ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ عصر کی نماز کے بعد تمام ازواجِ مطہراتؓ کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ کچھ دن سے حضرت زینب بنتِ جحشؓ کے یہاں کچھ زیادہ دیر ہونے لگی، حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رشک ہوا، انہوں نے مزید معلومات حاصل کی، تو معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ سیدہ زینب بنتِ جحشؓ کے یہاں شہد نوش فرماتے ہیں جو کسی نے ان کے یہاں تحفتاً بھیجا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سیدہ حفصہؓ سے کہا کہ: جب حضور ہمارے یہاں تشریف لائیں گے تو ہم میں سے ہر ایک یہ کہے گی کہ: یارسول اللہ! آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، کیا آپ نے مغافیر کا شہد کھایا ہے؟ (مغافیر ایک پھول ہوتا ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے، اس سے بننے والے شہد میں قدرے بو پیدا ہوجاتی ہے) چوں کہ آنحضرت ﷺ کو ہر طرح کی بو ناپسند ہے؛ اس لیے جب حضورِ اقدس ﷺ یہ فرمائیں کہ: زینب نے شہد پلایا ہے تو تم یہ کہنا کہ شاید عرفط کی مکھی کا ہے۔

چناں چہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے یہاں آئے تو منصوبے کے مطابق یہی سوال وجواب ہوئے اور جب سیدہ صفیہؓ اور سیدہ حفصہؓ کے یہاں تشریف لائے تو وہاں بھی یہی سوال وجواب ہوئے۔اس سے حضور ﷺ کی طبیعت میں تکدر پیدا ہوا، اور آپ نے سیدہ حفصہؓ کے سامنے قسم کھالی کہ: میں آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿یاأیها النبي لم تحرم ما أحل الله لك، تبتغي مرضات أزواجك إلخ﴾ (التحريم: ۱)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی تم اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو؟

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حفصہؓ کے سامنے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی تو ساتھ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ بات راز رکھنا، کسی سے اس بارے میں کچھ نہ کہنا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں حضرت زینبؓ تک یہ بات پہنچ نہ جائے، ورنہ ان کو تکلیف ہوگی؛ لیکن حضرت حفصہؓ نے یہ راز حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے ظاہر کردیا، اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وإذ أسر النبي إلى بعض أزواجه حديثا، فلما نبأت به وأظهره الله عليه عرف بعضه وأعرض عن بعض، فلما نبأها به قالت من أنبأك هذا، قال: نبأني العليم الخبير﴾ (التحریم: ۳)

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ پیغمبر نے اپنی کسی بیوی سے چپکے سے ایک بات فرمائی، پھر جب اس بیوی نے وہ بات دوسری بیوی کو بتلادی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر دی تو پیغمبر نے اس بیوی کو اس کا قصور کچھ بتایا اور کچھ نہیں بتایا، وہ بیوی کہنے لگی کہ: آپ کو کس نے اس کی خبر دے دی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: مجھ کو بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر دی۔

آگے قرآن کریم میں ہے:

﴿إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما وإن تظاهرا عليه فإن الله هو موله وجبريل وصالح المؤمنين، والملائكة بعد ذلك ظهير﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر کی دونوں بیویو!) اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو (تو تمہارے لیے کوئی ایسی مشکل بات نہیں) کیوں کہ تمہارے دل تو اس کی طرف مائل ہی ہیں، اور اگر پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو یاد رکھو کہ خدا پیغمبر کا آقا ہے اور جبرئیل، مؤمنین، صالحین اور فرشتے اس کے مددگار ہیں۔

جنگِ جمل

حضرت عائشہؓ کی زندگی کا ایک اہم پہلو ''جنگِ جمل'' بھی ہے، ہم تمہید کو مختصر کرتے ہوئے اصل قصہ قارئین کے حضور پیش کرتے ہیں: چوں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بہت رقیق القلب تھیں۔ حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو آپ مکۂ مکرمہ میں تھیں، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ کے پاس آئے اور صورتِ حال کی اطلاع دینے کے ساتھ معاملے کو سلجھانے کے لیے آگے بڑھنے کی درخواست کی۔ چناں چہ آپؓ دعوتِ اصلاح کے لیے بصرہ گئیں۔ ادھر حضرت علیؓ مدینۂ منورہ سے ۷۰۰ /آدمی لے کر چلے، کوفہ سے سات ہزار آدمی ان کے ساتھ ہو گئے، بصرہ پہنچتے پہنچتے بیس ہزار کی جمعیت ہو گئی، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ تیس ہزار آدمی تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آ کر میدانِ جنگ میں خیمہ زن ہو گئیں، ہر قبیلہ خود اپنے ہی قبیلہ کا حریف بن کر اترا، تاہم اپنے سیاسی عقیدے کے مطابق ایک ہی ماں کے دو جگر پاروں میں ایک ادھر تھا ایک اُدھر، دونوں کو حق دو جگہ نظر آتا تھا اور حق طلبی کا جوش برادرانہ محبت پر غالب تھا۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں، ہر مسلمان کا دل خون تھا کہ کل تک جو تلواریں دشمنوں کے سراڑاتی تھیں اب وہ خود دوستوں کے سروسینہ کو زخمی کریں گی۔

تاہم دونوں طرف لوگوں کو یقین تھا کہ معاملہ جنگ تک طول نہ کھینچے گا، بلکہ باہمی صلح سے حل ہو جائے گا، ایک قبیلے کے رئیس نے حضرت علیؓ سے صلح کی تحریک کی، وہ کہنے سے پہلے راضی تھے۔ وہاں سے اٹھ کر وہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے پاس آیا، اس نے پوچھا: اُمّ المومنین! اس مہم سے آپ کی غرض کیا ہے؟ فرمایا: عثمان کے قاتلوں کی سزا اور اصلاح کی دعوت، اس نے کہا: اُمّ المومنین! غور فرمائیے کہ: پانچ سو آدمیوں کی سزا کے لیے آپ نے پانچ ہزار کا خون بہایا اور پانچ ہزار کے لیے ہزاروں کا

خون بہانا ہوگا، کیا یہ اصلاح ہے؟ انداز تقریر اس قدر بلیغ اور مؤثر تھا کہ کوئی جواب نہ دے سکا، اور سب نے صلح پر رضامندی ظاہر کی اور باہم مل کر صلح کا فیصلہ کر لیا۔

اب ہر فریق مطمئن ہو گیا، جنگ وجدال کا خیال دلوں سے محو ہو گیا، صلح کے استحکام اور دیگر معاملات کے بہ آسانی طے ہو جانے میں کوئی شک نہ تھا؛ لیکن حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا جو فاسد گروہ اُدھر شامل تھا اس نے دیکھا کہ اگر حقیقت میں صلح ہو گئی تو ہم محفوظ نہیں رہ سکتے، اور ہماری برسوں کی محنت اکارت جاتی ہے۔ سبائی فرقہ کی کثیر تعداد حضرت علیؓ کے ساتھ تھی، دونوں فریق رات کے پچھلے پہر جب آرام کی نیند سو رہے تھے، سبائیوں نے پیش دستی کر کے دفعتا شب خون مارا، اور ان چند شریروں نے ہر جگہ آگ لگا دی، جس سے افراتفری مچ گئی، حضرت علیؓ لوگوں کو روک رہے تھے؛ مگر کوئی نہیں سنتا تھا، ہر شخص بدحواس ہو کر ہتھیار کی طرف جھپٹ رہا تھا، ہر فریق کے رئیس یہ سمجھے کہ دوسرے نے ہمیں غفلت میں پا کر بدعہدی کی۔

شور وغل سن کر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ: یہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ لوگوں نے جنگ شروع کر دی ہے، صبح تک یہ تلاطم برپا رہا، بصرہ کے قاضی کعب بن سور نے حضرت عائشہؓ سے آ کر عرض کیا کہ: آپ سوار ہو کر چلیں، شاید آپ کے ذریعہ سے لوگ صلح کر لیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آہنی ہودج میں اونٹ پر سوار ہو کر اپنی فوج کے قلب میں آئیں۔
حضرت علیؓ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا، تینوں صاحب گھوڑوں پر سوار ایک جگہ مل کر کھڑے ہوئے، آہ! کیسا پُر اثر منظر ہے کہ بدر واُحد کے ہیرو اب خود دست وگریباں ہیں، حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کی ایک پیشین گوئی یاد دلائی، دفعتا دونوں بزرگوں کو بھولا ہوا خواب یاد آ گیا اور میدان چھوڑ کر باہر نکل گئے؛ لیکن دشمنوں نے دھوکے سے دونوں کو شہید کر دیا۔ کعب بن سور کو حضرت عائشہؓ نے اپنا قرآن دیا کہ لوگوں کو یہ دکھا کر صلح کی دعوت دو، وہ قرآن کھول کر دونوں صفوں کے

درمیان کھڑے ہوئے، شریروں نے ادھر سے تاک کر ایسا تیر مارا کہ جاں بحق ہو گئے۔

دوپہر ہوگئی تھی، چوں کہ حملہ اچانک ہوا تھا اس لیے فوج کے عسکری کمانڈر نے اس فتنہ سے کنارہ کشی کر لی تھی، اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کی فوج کا پہلو کمزور ہو گیا تھا لڑنے والے بھائی بھائی تھے، ایک دوسرے کے ہاتھ پاؤں پر وار کرتے تھے، سر وسینہ کو بچا جاتے تھے کہ مقصود اس غیر متوقع جنگ کو روک دینا تھا، ہر جگہ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

سبائیوں کا ارادہ تھا اگر حضرت عائشہؓ ہاتھ آ گئیں تو وہ سخت تحقیر کے ساتھ پیش آئیں گے، چناں چہ اہل کوفہ آپؓ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے؛ لیکن آپؓ کے طرف دار اسلام کی عزت واحترام کے لیے اپنی اپنی جانیں فرزندانہ فدویت کے ساتھ نثار کر رہے تھے۔ اونٹ اپنی جگہ پر کھڑا تھا، آہنی ہودج تیروں کی پیہم بارش سے چھلنی ہوا جا رہا تھا، پُر جوش بیٹے آگے پیچھے، دائیں بائیں سے اس ریلے کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ پورے میدان میں اصل جنگ یہی ہو رہی تھی، اس زور کو کم کرنے کے لیے ہودج کو نظروں سے ہٹانا ضروری تھا۔ تبھی ایک شخص پیچھے سے آیا اور اونٹ کے پچھلے پاؤں پر ایسی تلوار ماری کہ اونٹ دھم سے گر پڑا، حضرت عمار بن یاسرؓ اور محمد بن ابوبکرؓ نے دوڑ کر ہودج کو سنبھالا، اتنے میں حضرت علیؓ پہنچے، انہوں نے لتاں عائشہؓ کی خیریت دریافت کی، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ: اچھی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کے ہودج کے گرتے ہی جنگ ختم گئی۔

حضرت علیؓ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے طرف دار بصری رئیس کے گھر اتارا، حضرت عائشہؓ کی فوج کے تمام زخمیوں نے اسی گھر کے ایک ایک گوشہ میں آ آ کر پناہ لی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بحرمتِ تمام محمد بن ابی بکرؓ کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حجاز کی طرف روانہ کیا، چلتے وقت تمام مجمع کے سامنے حضرت عائشہؓ نے اقرار کیا کہ: مجھ کو علیؓ سے نہ کسی قسم کی

کدورت تھی اور نہ اب ہے، ہاں! ساس داماد میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے، اس کی میں نفی نہیں کرتی، حضرت علیؓ نے بھی اسی قسم کے الفاظ فرمائے۔ اس کے بعد یہ مختصر قافلہ حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ عام مسلمانوں نے اور خود حضرت علیؓ نے دور تک مشایعت کی، امام حسنؓ میلوں تک ساتھ گئے۔

اگر چہ یہ جنگ اتفاقیہ پیش آ گئی تھی، تاہم جب بھی حضرت عائشہؓ کو اس کی شرکت یاد آتی تھی تو بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی اس اجتہادی خطا پر ہمیشہ افسوس رہا، اکثر فرمایا کرتیں کہ: کاش! آج سے بیس برس پہلے ہی میں معدوم ہو چکی ہوتی۔

اوصاف و کمالات اور خصوصیات

حبِّ رسول

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے حد درجہ محبت تھی، تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ ہر وقت اپنے آقا سرورِ کائنات ﷺ پر جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتی تھیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ حضور ﷺ کو ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچے۔

تمہاری ناک خاک آلود ہو

غزوۂ موتہ میں جب حضرت جعفرؓ کا انتقال ہوا، تو ان کی رشتہ دار عورتیں نوحہ کرنے لگیں، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو نوحے کی اطلاع دی، حضور ﷺ خود ان کے انتقال سے بڑے مغموم تھے، آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا: ان کو نوحہ کرنے سے منع کر دو۔ وہ شخص گیا اور نوحہ کرنے سے منع کیا؛ لیکن وہ باز نہ آئیں، اس نے آ کر پھر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ وہ باز نہیں آ رہی ہیں، حضور ﷺ نے اس شخص کو پھر بھیجا کہ ان کو اس سے

روکو۔ وہ عورتیں پھر بھی باز نہ آئیں، ایسا تین مرتبہ ہوا؛ لیکن وہ عورتیں باز نہ آئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ یہ بات سن رہی تھیں، انہوں نے غصہ میں اس شخص سے کہا: اللہ تمہاری ناک خاک آلود کرے، نہ تو تم وہ کام کرتے ہو جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور نہ آپ ﷺ کو پریشان کرنے سے باز آتے ہو۔

اللہ نرمی پسند کرتا ہے

ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس طرح سلام کیا: السام علیکم، یعنی تم پر موت طاری ہو جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن رہی تھیں، وہ سمجھ گئیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت غصہ آیا، ان کے جواب میں کہنے لگیں: تم پر موت طاری ہو، تم پر لعنت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! سخت کلامی نہ کرو، اللہ نرمی پسند کرتا ہے، میں نے "وعلیکم" کہہ کر ان کا قول ان ہی پر لوٹا دیا ہے۔

جلوہ تیرے حسن کا

ایک مرتبہ سخت گرمیوں کا موسم تھا اور سرکارِ دو عالم ﷺ گھر پر اپنی جوتیوں کی مرمت کر رہے تھے، آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا: اے کاش! عروہ اس حالت میں آپ کو دیکھتے (عروہ عرب کے ایک مشہور شاعر کا نام ہے) آپ عروہ کے ان اشعار کے مصداق ہیں۔

فلو سمعوا في مصر أوصاف خده　　لما بذلوا في سوم يوسف من نقد
لوامي زليخا لو رأين جبينه　　لآثرن بالقطع القلوب على الأيدي

ترجمہ: اگر اہلِ مصر آپ کے حسن کی شہرت سن لیتے تو یوسف کی خریداری کے لیے

کبھی اپنی پونجی خرچ نہ کرتے، اور اگر زلیخا کی سہیلیاں آپ کی پُرنور پیشانی کا جلوہ دیکھ لیتیں تو ہاتھ کاٹنے کے بجائے دل کے ٹکڑے کر دینے کو ترجیح دیتیں۔

ناراضگی کی علامت

امام ابوحاتم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: عائشہ! جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو میں جان جاتا ہوں، میں نے پوچھا: آپ کیسے جان لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: "لا ورب محمد" یعنی محمد کا رب کہہ کر قسم کھاتی ہو، اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: "لا ورب ابراھیم"۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، ورنہ آپ تو میرے دل وجان میں پیوست ہیں۔

میں کس خیال میں اور آپ کس حال میں

بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ رات کو بیدار ہو جاتیں اور آپ کو پاس نہ دیکھتیں تو مضطرب ہو جاتیں، ایک دفعہ یہی صورت پیش آئی اور بہ مقتضا ''عشق است و ہزار بدگمانی'' خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، ادھر ادھر تلاش کیا تو دیکھا کہ آپ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہیں، اپنی غلطی پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کس خیال میں ہوں اور آپ کس حال میں ہیں۔

محبت کی انتہا

حضور ﷺ سے محبت کا یہ عالَم تھا کہ جن کپڑوں میں آپ ﷺ نے انتقال فرمایا انہیں بھی تاعمر محفوظ رکھا۔ ایک دن آپؓ نے ایک صحابی کو سرکار ﷺ کا تہ بند اور چادر دکھا کر ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! آپ ﷺ نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

محبت بھی خدمت بھی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گو رسول اللہ ﷺ کو نہایت محبوب تھیں؛ لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت پر نہیں پڑا تھا؛ بلکہ سب سے زیادہ انہیں کو آپ کا شرف خدمت حاصل تھا۔ رسول اللہ ﷺ کمالِ طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوایا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کا انصرام حضرت عائشہؓ کے ذمہ تھا۔

ایک بار آپ ایک کمبل اوڑھ کر مسجد میں تشریف لائے، ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس پر دھبے نظر آتے ہیں۔ آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ دھو کر خشک کر کے بھیج دیں، حضرت عائشہؓ پانی منگایا، اپنے ہاتھ سے داغ دھوئے، اور کمبل خشک کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔

جب نبی کریم ﷺ احرام باندھتے یا کھولتے تو سیدہ عائشہؓ ہی آپ کے جسمِ اطہر میں خوشبو لگاتیں۔

آپ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی، جو پسے اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار شروع کیا، آپ کے آنے میں دیر ہوگئی تو سوگئیں، آپ آئے تو جگایا۔

رسول اللہ ﷺ کی سیدہ عائشہؓ سے محبت

رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بے حد محبت تھی، حتی کہ فضل و کمال اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے اعتبار سے بھی آپ کو سیدہ عائشہؓ تمام ازواجِ مطہرات سے زیادہ محبوب تھیں، اس کا اندازہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے کہ: اے باری تعالیٰ! جو چیز میرے بس میں ہے یعنی مساوات بین الازواج اس میں تو عدل سے باز نہیں آسکتا؛ لیکن جو چیز میرے بس سے باہر ہے یعنی عائشہ سے محبت اس کو تو معاف فرما دینا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ، انہوں نے کہا کہ: میں مردوں میں پوچھ رہا ہوں، فرمایا: عائشہ کے والد۔

مرغوبات کا خیال

رسولِ اقدس ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی باتیں بڑی رغبت سے سنتے، ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ہر لحہ ان کی رغبت ورضامندی کا خیال فرماتے تھے۔

ایک دفعہ عید کا دن تھا، عید کی خوشی میں مسجد نبوی کے باہر حبشی نیزے بازی کے کرتب میں مشغول تھے، سیدہ عائشہؓ نے تماشا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ آپ آگے بڑھے اور وہ پیچھے اوٹ میں کھڑی ہو کر کرتب دیکھنے لگیں، جب تک وہ خود تھک کر پیچھے نہ ہو گئیں آپ برابر اوٹ کیے کھڑے رہے۔

ایک مرتبہ بہ ارادۂ تفریح حضور ﷺ سیدہ عائشہؓ کو جنگل میں ایک پُرفضا مقام پر لے گئے جہاں پہاڑی جھرنوں سے پانی نیچے گرتے رہتا ہے اور اُس کی وجہ سے وہاں کا منظر انتہائی پُرکشش اور دلرُبا ہوا کرتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ: حضورِ انور ﷺ جنگل میں ان وادیوں کی طرف جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ مجھے لے جانے کے لیے نہایت اہتمام کے ساتھ ایک عمدہ قسم کی شوخ اونٹنی میری سواری کے واسطے بھیجی۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دل لگی

حضورِ اقدس ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سر میں درد تھا، رسول اللہ ﷺ بھی بیمار تھے، آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر تم میری زندگی میں اللہ کو پیاری ہو گئیں تو میں اپنے

ہاتھ سے تمہیں غسل دوں گا اور اپنے ہاتھ سے تمہاری تجہیز و تکفین کروں گا اور تمہارے لیے دعا کروں گا۔ سیدہ عائشہؓ نے بھی مسکراتے ہوئے ازراہِ تفنن طبع جواب دیا: یا رسول اللہ! یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری موت کا جشن منائیں گے، اگر ایسا ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ آپ میرے اسی حجرے میں نئی بیوی لا کر آباد کریں گے، رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر بے ساختہ تبسم فرمانے لگے۔

حلوے سے دل لگی

حضور اقدس ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے لیے حلوہ تیار کر کے لے آئی، وہیں آپ کے پاس حضرت سودہؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے کہا: سودہ! تم بھی کھاؤ، انہوں نے انکار کیا، میں نے دوبارہ کہا: سودہ! کھاؤ، ورنہ یہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی، مگر اس پر بھی جب حضرت سودہؓ نے انکار کر دیا، تو میں نے اپنے ہاتھ میں حلوہ اٹھا کر سودہ کے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ خوب ہنسے، پھر آپ نے مجھے پکڑ کر دبوچ لیا اور حضرت سودہؓ سے فرمایا: اب تم اس کے چہرے پر مل دو، چناں چہ حضرت سودہؓ نے باقی ماندہ حلوہ میرے چہرے پر مل دیا، جسے دیکھ کر آپ نے پھر ہنسنا شروع کر دیا۔

آؤ! دوڑ لگائیں

ایک مرتبہ دورانِ سفر حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: چلو عائشہ! ہم تم دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: اُس وقت میں آپ ﷺ سے سبقت لے گئی، آپ خاموش رہے، پھر جب چند سالوں کے بعد میرا جسم بھاری ہو گیا، تب آپ نے دوبارہ مقابلے کی پیش کش کی، ہوا یوں کہ ایک سفر کے دوران آپ نے صحابہ کو آگے بھیج دیا اور مجھ سے فرمایا: چلو عائشہ! دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں، اس دفعہ

آپ جیت گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: یہ اُس دوڑ کا بدلہ ہے۔

بڑے میاں سے بچایا

حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ بلند آواز سے بول رہی تھیں، اسی وقت آپ کے والد حضرت ابوبکرؓ آ گئے، آپ ﷺ کے روبرو بیٹی کو بلند آواز سے بولتے ہوئے دیکھا تو تنبیہاً مارنے کے لیے بڑھے؛ مگر آپ ﷺ آڑے آ گئے اور سزا دینے سے روک دیا، جب حضرت ابوبکرؓ واپس چلے گئے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: کہو جی! میں نے بڑے میاں سے تمہیں کیسا بچایا!!!

حدیثِ اُمِ زرع

کبھی کبھی دل لگی کے لیے ایک دوسرے کو کہانی بھی سنایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک روز سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خرافہ نامی شخص کی کہانی سنائی، جسے جنّات اٹھا کر لے گئے تھے۔ اسی طرح ایک روز حضرت عائشہ صدیقہؓ نے گیارہ سہیلیوں کی تفصیلی کہانی سنائی، جسے رسولِ اقدس ﷺ نے بڑے انہماک سے سنا، محدثین کے یہاں یہ حدیث "حدیثِ اُمِ زرع" کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک روز بارہ سہیلیاں آپس میں محوِ گفتگو تھیں، سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آج ہر ایک اپنے اپنے خاوند کا حال سنائے گی اور کوئی بات چھپائے گی نہیں۔

پہلی سہیلی نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا: میرا خاوند اونٹ کا وہ گوشت ہے جو کسی پہاڑ پر رکھا ہوا ہو، نہ میدان ہے کہ کوئی وہاں پہنچ سکے اور نہ گوشت ہی اچھا ہے کہ کوئی اس کو اٹھا کر لے جائے۔

دوسری سہیلی بولی: میں اپنے خاوند کا حال بیان نہیں کروں گی، اگر بیان کرنے لگوں تو

یہ اس قدر طویل داستان ہے کہ اندیشہ ہے کہ کہیں کچھ اس میں سے رہ نہ جائے۔

تیسری نے کہا: میرا خاوند بڑا غصیلا ہے، اس کے بارے میں کچھ کہوں تو فوراً وہ مجھے طلاق دے دے گا، چپ رہوں تو یہ بھی مشکل، سمجھو کہ بیاہی ہوں اور نہ بن بیاہی۔

چوتھی بولی: میرا خاوند حجاز کی رات کے مانند ہے، نہ سرد اور نہ گرم یعنی معتدل مزاج ہے۔

پانچویں بولی کہ: میرا خاوند گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر کا روپ دھار لیتا ہے۔ جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے، اسے ایفائے عہد کے لیے یاد دہانی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

چھٹی بولی کہ: میرا خاوند ایسا ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے، کوئی مشروب پیتا ہے تو جتنا سامنے آئے پیٹ میں انڈیل دیتا ہے، ساتھ لیٹتا ہے تو ساری چادر خود اوڑھ لیتا ہے، کبھی حال دریافت کرنے کے لیے ہاتھ چادر سے باہر نہیں نکالتا۔

ساتویں بولی: میرا خاوند احمق بھی ہے اور نامرد بھی، کبھی غصے میں آ کر سر پھوڑ دیتا ہے اور کبھی طیش میں آ کر ہڈی پسلی ایک کر دیتا ہے۔

آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح ملائم اور نرم و نازک ہے اور سونگھنے میں چنبیلی کی طرح خوشبودار ہے۔

نویں نے چہکتے ہوئے کہا: میرے شوہر کی حویلی بہت بڑی ہے، وہ قد کا بڑا لمبا ہے، وہ کھلے دل والا اور سخاوت کا دھنی ہے۔

دسویں نے کہا: واہ رے واہ! میرا شوہر مالک ہے، اور آپ کیا جانیں کہ مالک کیسا ہے؟ وہ ان سب سے بہتر ہے جن کا تذکرہ آج اس محفل میں کیا گیا، اس کے پاس بہت زیادہ تعداد میں اونٹ ہیں، جب کوئی تقریب ہو اس میں ضیافت کے لیے اپنے اونٹوں کو ذبح کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتا ہے۔

گیارھویں سہیلی نے اپنے شوہر کا تذکرہ بڑے دل پذیر انداز میں کیا، کہنے لگی: میرے خاوند کا نام ابوزرع ہے، ارے میری سہیلیو! تم ابوزرع کو کیا جانو؟ یہ دیکھو اس نے زیوروں سے میرے کان اور بازو بھر دیے۔ ہمہ وقت اس کی مسکراہٹوں نے میرا دل خوش کر رکھا ہے۔ اس نے بکریاں چرانے والوں کے گھر مجھے دیکھا؛ لیکن ہنہنانے والے گھوڑوں، بلبلانے والے اونٹوں اور غلّے کے خرمنوں کے درمیان مجھے لا کر رکھ چھوڑا ہے، ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی، مسکراہٹیں ہی مسکراہٹیں، خوشیوں کی فراوانی۔ بولتی ہوں تو کچھ برا نہیں کہتا؛ بلکہ میرا منہ تکتا رہتا ہے، سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں، جگاتا نہیں کہ کہیں میں بے آرام نہ ہو جاؤں۔ میری سہیلیو! ابوزرع کی ماں بھی بڑی عظیم خاتون ہے، اس کے کپڑوں کی گٹھری کیا بتاؤں بہت بھاری، اور اس کے رہنے کا گھر بھی بڑا وسیع ہے۔ رہا ابوزرع کا بیٹا، کیا کہنے اس کے! سوتا ہے تو ننگی تلوار معلوم ہوتا ہے، کھاتا ہے تو بکری کی پوری ران کھا جاتا ہے۔ ابوزرع کی لاڈلی بیٹی کے کیا کہنے! والدین کی فرماں بردار اور سوکن کے لیے قابلِ رشک۔ ابوزرع کی خادمہ؛ وہ تو ایسی بھلی مانس ہے کہ کبھی گھر کی کوئی بات باہر نہیں پہنچاتی، اناج کو فضول برباد نہیں کرتی، گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے۔ ایک دن ابوزرع کو ایک حسین وجمیل عورت ملی جو اس کو پسند آ گئی، ابوزرع نے مجھے طلاق دے کر اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو میں نے بھی ایک شریف الطبع شخص کے ساتھ شادی کر لی جو عربی گھوڑے کا شہسوار اور ماہر نیزہ باز تھا، اس نے مجھ پر طرح طرح کی نعمتیں نچھاور کیں اور ہر قسم کا سامانِ راحت مہیا کیا، لیکن اس خاوند نے مجھے جو کچھ بھی دیا وہ ابوزرع کے ایک چھوٹے برتن کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

رسول اللہ ﷺ بڑے تحمل اور انہماک سے دیر تک یہ کہانی سنتے رہے، پھر فرمایا: عائشہ! میں تمہارے لیے ویسا ہی ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لیے تھا، البتہ اس نے تو امِ زرع کو طلاق دے دی تھی؛ مگر میں ایسا نہیں کروں گا، حضرت عائشہؓ نے کہا: یا رسول

اللہ! آپ تو ابو زرع سے کہیں زیادہ میرے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں، آپ کا حسنِ سلوک تو بے مثال ہے۔

سرتاج کی عطا کردہ کنیت

حضرت عائشہؓ کی کنیت امِ عبداللہ ہے، اس کنیت کے پس منظر میں بھی حضور ﷺ کی محبت و شفقت جھلکتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ سے دو روایتیں منقول ہیں:
پہلی روایت امام ابو داؤد نے نقل فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دربار رسالت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری سہیلیوں کی کنیت ہے، میری کوئی کنیت نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنی ہمشیرہ اسماء کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کی مناسبت سے اپنی کنیت ''امِ عبداللہ'' رکھ لو۔

صحیح ابن حبان کی ایک اور روایت میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ خود فرماتی ہیں کہ: جب عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے اپنا لعابِ مبارک اس کے منہ میں ڈالا۔ پہلی چیز جو عبداللہ کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعابِ مبارک تھا، پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا نام عبداللہ ہے اور تم امِ عبداللہ ہو۔ پھر زندگی بھر میری یہی کنیت رہی، حالاں کہ میرے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

فضائل ومناقب

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں حدیث وتاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، اس لیے ہم صرف چند پر اکتفا کرتے ہیں:
بخاری شریف میں ہے کہ: ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل ہے تم کو سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے ''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ

وبرکاتہ" کے ذریعے جواب دے کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دیکھتے ہیں اور میں نہیں دیکھتی ہوں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء غیر مریم بنت عمران وآسیة امرأة فرعون وأن فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام"۔

مردوں میں بہت کامل گذرے؛ لیکن عورتوں میں سے مریم بنتِ عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔

نوخصوصیتیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: مجھے نو خوبیاں ایسی عطا کی گئیں جو مریم بنت عمران کے علاوہ کائنات کی کسی اور خاتون کو نہیں دی گئیں اور خدا کی قسم! میں یہ باتیں فخر وتکبر کے طور پر نہیں کہتی؛ بلکہ تحدیث بالنعمة کے طور پر کہتی ہوں، وہ نو یہ ہیں:

(۱) جبرئیل علیہ السلام نے میری تصویر سبز ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر رسول اللہ ﷺ کو دکھائی اور کہا: یہ دنیا و آخرت میں آپ کی رفیقۂ حیات ہے۔

(۲) میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی سید المرسلین ﷺ کے حبالۂ عقد میں نہ تھی۔

(۳) اور ازواج کے لیے ایک رات دن تھا اور میرے لیے دو دن دو راتیں تھیں۔ ایک میری اور دوسری سودہ کی۔

(۴) جب آپ ﷺ کی پاکیزہ روح قفسِ عنصری سے پرواز ہوئی تو آپ ﷺ کا مبارک سر میری گود میں تھا اور میرے حجرے میں ہی آپ کا جسدِ مبارک دفن کیا گیا۔

(۴) بسا اوقات فرشتوں نے میرے گھر کو عزت واحترام کے ساتھ اپنے گھیرے میں

لے لیا۔

(۵) بعض اوقات وحی ایسے وقت میں نازل ہوتی جب کہ میں آپ کے پہلو میں محوِ استراحت ہوتی۔

(۶) میں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔

(۷) آسمان سے میری برأت میں قرآنی آیات نازل کی گئیں۔

(۸) میری پیدائش پاکیزہ ماحول میں ہوئی اور پاکیزہ سیرت ذاتِ اقدس ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۹) مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مغفرت اور رزقِ کریم کا اعزاز حاصل ہوا۔

دیدارِ جبرئیل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے پر بیٹھے ایک شخص سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا، آپ گھوڑے کی گردن کے بالوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، میں نے آپ سے دریافت کیا کہ: آپ آج گھوڑے پر بیٹھے دحیۂ کلبی سے باتیں کر رہے تھے اور آپ نے اپنے ہاتھ گھوڑے کی گردن پر رکھے ہوئے تھے؟ آپ نے حیران ہو کر پوچھا: کیا تم نے مجھے دیکھ لیا تھا؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: وہ دحیۂ کلبی کی صورت میں جبرئیل تھے، انہوں نے تمہیں بھی سلام کہا ہے، سیدہ عائشہؓ نے برجستہ "وعلیہ السلام ورحمة الله" وبرکاتہ کہتے ہوئے عرض کیا: اللہ تعالیٰ مہمان ومیزبان کو جزائے خیر عطا کرے، کیا کہنے! کتنا ہی اچھا مہمان اور کتنا ہی عالیشان میزبان ہے!

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے، سیدہ عائشہؓ نے باہر ایک اجنبی شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا،

رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی، آپ باہر تشریف لے گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ جبرئیل کھڑے ہیں، آپ نے فرمایا: اندر تشریف لے آئے، انہوں نے فرمایا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں، آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک پلّا کونے میں دبکا بیٹھا ہے، آپ نے اسے باہر نکالا تو حضرت جبرئیل اندر تشریف لائے۔

حیاتِ طیّبہ کے آخری لمحات اور سیدہ صدیقہؓ کا اعزاز

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: سرورِ عالم ﷺ میرے گھر میں، میری باری کے دن، میری گود میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحات میں میرا اور آپ کا لعابِ دہن اللہ تعالیٰ نے یوں ملایا کہ آپ میری گود میں سر رکھے ہوئے لیٹے تھے، میرا بھائی عبدالرحمٰن اندر آیا، اس کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ ﷺ مسواک کی طرف شوق بھری نظروں سے دیکھنے لگے، میں تاڑ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے عرض کیا: مسواک پیش کروں؟ تو آپ ﷺ نے اشارہ سے کہا کہ: ہاں! میں نے بھائی جان سے مسواک لے کر آپ کے ہاتھ میں دی، مسواک قدرے سخت تھی، میں نے عرض کیا: اسے نرم کردوں؟ تو آپ نے پھر اشارہ کیا کہ: ہاں! میں نے اپنے دانتوں سے چبا کر اسے نرم کیا اور آپ کی خدمت میں پیش کردیا، آپ اسے اپنے دانتوں پر ملنے لگے۔ اس طرح میرا لعابِ دہن آپ کے لعابِ دہن سے مل گیا، میں اسے بڑی نعمت سمجھتی ہوں، بلاشبہ یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لیے دعا

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک دن میں نے نبی کریم ﷺ کو بہت خوش وخرم دیکھا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے تو آپ نے فرمایا: "اللهم اغفر لعائشة ماتقدم من ذنبها وما تأخر، وما أسرت وما

أعلنت"۔

اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادے اور جو چھپے ہوں یا ظاہر ہوں ان کو بھی معاف فرمادے۔

نبی کریم ﷺ کی یہ دعا سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ خوشی سے اس قدر شرمائیں اور ہنسیں کہ آپؓ کا سر اپنی گود تک جھک گیا، یہ دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں میری اس دعا سے خوشی ہوئی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے آپ کی دعا سے خوشی کیوں نہ ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے ہر نماز میں یہی دعا کرتا ہوں اور ملائکہ اس پر "آمین" کہتے ہیں۔

خصائلِ حمیدہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ اخلاق وعادات کے اعتبار سے بھی بہت اونچے مقام پر فائز تھیں، آپؓ میں اوصافِ حسنہ اور خصائلِ حمیدہ کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، آپؓ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور رضا جوئی کی صفت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کی خاطر ہمیشہ کمربستہ رہتی تھیں، حضور ﷺ کے قرابت داروں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ قناعت کی صفت بھی آپ میں وافر مقدار میں موجود تھی، دنیاوی مال واسباب کی طرف ذرا بھی توجہ نہ تھی۔ نہایت فیاض، غریب پرور اور مہمان نواز تھیں۔

فیاضی وسخاوت

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باہر سے ایک وفد حاضر ہوا، اتفاق سے آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما نہیں تھے، حضرت عائشہؓ نے فوراً کھانا پکوانے کا حکم دیا اور مہمانوں کے پاس ایک طبق میں کھجوریں رکھ کر بھجوادیں، آپ ﷺ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے اول یہ دریافت فرمایا کہ: کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہیں؟ عرض

کیا گیا کہ: سب انتظام ہو چکا ہے۔

مہمانوں کی میزبانی کا ایک اور واقعہ ابوداؤد کی ''کتاب الادب'' میں مذکور ہے جس کی تفصیل حضرت یعیش کی زبانی یوں ہے کہ: حضور ﷺ نے ایک دن ہم (اصحاب صفہ) سے فرمایا: میرے ساتھ عائشہ کے مکان پر چلو۔ آپ ﷺ کی معیت جب ہم ان کے مکان پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: عائشہ! ہمیں کچھ کھلاؤ، وہ حشیشہ (مختلف قسم کے دالوں کو کوٹ کر بنایا جانے والا ایک لذیذ عربی کھانا) لے آئیں، ہم سب نے مل کے اسے کھایا۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ: عائشہ! ہمیں کچھ کھلاؤ، تو وہ تھوڑا سا حلوہ لے آئیں، ہم نے اسے بھی کھا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اے عائشہ! کچھ پلاؤ، وہ دودھ کا ایک بڑا پیالہ لے آئیں، ہم نے پیا۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا: کچھ پلاؤ، تو دوبارہ وہ ایک چھوٹے پیالے میں دودھ لے آئیں جسے ہم نے نوش کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے سانحۂ ارتحال کے بعد جب فتوحات کا دائرہ پھیلا تو پورا عرب مسخر ہو گیا، تمام صوبوں سے مرکزی بیت المال میں وافر مقدار میں نقدی اور غلہ جمع ہونے لگا؛ لیکن جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی اس دن حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر پورے ایک دن کے گذارے کا سامان بھی نہ تھا، اس کیفیت کو آپ نے عمر بھر بدستور قائم رکھا، آسودگی کے ایام میں بھی بے شمار مال آتا؛ لیکن شام سے پہلے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا۔ حضرت عائشہؓ کے اخلاق کا سب سے ممتاز پہلو ان کی طبعی یہی فیاضی اور کشادہ دستی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ دونوں بہنیں، بہت فیاض، کشادہ دل اور سخی تھیں، جو کچھ ہاتھ آتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک روز حضرت عائشہ نے ایک ہی مجلس میں ستر ہزار درہم اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیے اور اپنا وہ کپڑا سب کے سامنے جھاڑ دیا جس میں درہم بندھے ہوئے تھے۔

ایک دفعہ حضرت امیرِ معاویہؓ نے شام سے ایک لاکھ درہم بھیجے، رات آنے سے پہلے سب کے سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے، اس دن حضرت عائشہؓ کا روزہ تھا، خادمہ نے کہا: اس میں سے کچھ افطاری کے لیے رکھ لیا ہوتا، فرمایا: تم نے مجھے پہلے یاد دلا دیا ہوتا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ درہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجے، آپ نے وہ بھی اسی وقت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیے۔

ایک مرتبہ حضرت منکدر بن عبداللہ، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پوچھا: تمہارے کوئی اولاد ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، فرمایا: اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تم کو دے دیتیں حسنِ اتفاق سے اسی شام کو امیرِ معاویہؓ نے آپ کے پاس خطیر رقم بھیجی، فرمانے لگیں: کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی، فوراً آدمی بھیج کر حضرت منکدر کو بلایا اور دس ہزار درہم ان کو عطا کیے، انہوں نے اس رقم سے ایک باندی خریدی جس سے متعدد بچے پیدا ہوئے۔ بعض روایات میں رقم بھیجنے والے کے طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بھی نام آیا ہے۔

ایک دن حضرت عائشہ کا روزہ تھا، ایک مانگنے والی نے کھانے کے لیے کچھ مانگا، آپ نے خادمہ کو حکم دیا کہ گھر میں جو روٹی ہے اس کو دے دو، اس نے عرض کیا: شام کو افطاری کے لیے گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ نے تلخ لہجے میں ارشاد فرمایا: یہ تو اسے کھانے کے لیے دے دو، شام کو دیکھا جائے گا۔ شام ہونے سے پہلے کسی نے پکا ہوا گوشت ہدیہ میں بھیجا، آپؓ نے خادمہ سے فرمایا: دیکھا! اللہ تعالیٰ نے تمہاری روٹی سے بہتر انتظام کر دیا ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ نے اپنا رہائشی مکان امیرِ معاویہؓ کو فروخت کر دیا، اس کی جو قیمت ملی تمام کی تمام اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔

ایثار کا اعلیٰ درجہ

حضرت عائشہؓ کی سب سے بڑی فیاضی اور ایثار یہ تھا کہ آپؐ کے حجرے میں جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دفن ہو چکے تو ایک قبر کی جگہ خالی تھی، حضرت عائشہؓ نے اس کو اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا، کسی مسلمان اور خاص کر حضرت عائشہؓ کی اس سے بڑھ کر اور کیا تمنا ہو سکتی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے جوار اور حضرت ابوبکرؓ کے قریب دفن ہوں۔ مگر جب حضرت عمرؓ نے مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا اور کہلوایا کہ عمر اپنے رفیقوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہے، آپ کی اجازت مطلوب ہے، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: میں نے تو اس جگہ کو اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا؛ مگر چوں کہ آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت خدمت کی ہے؛ اس لیے آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ آخر کار حضرت عمرؓ وہیں پر دفن ہوئے۔ یہ ایسی فیاضی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

مستدرک حاکم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعلق سے خواب میں کچھ اشارے بھی ہو چکے تھے، خود اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: میں خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں اترے ہیں، میں نے اپنا یہ خواب ابا جان (سیدنا ابوبکر صدیقؓ) کے سامنے بیان کیا، تب آپ خاموش رہے، جب نبی کریم ﷺ کو میرے حجرے میں دفن کیا گیا تو ابا جان نے فرمایا: یہ تیرا ایک چاند ہے اور یہ سب سے بہتر ہے۔ پھر اسی حجرے میں یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دفن کیا گیا۔

نرم دلی

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دل بہت نرم تھا، بات بات پر آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک مانگنے والی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے اپنی گود میں دو ننھے منے بچے اٹھائے ہوئے تھے، اس وقت حضرت

عائشہؓ کے پاس کھجور کے صرف تین دانے تھے، وہ اس عورت کو دے دیے۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بچوں کو دے دی اور ایک اپنے منہ میں ڈال لی، ایک بچے نے اپنے حصے کی کھجور جلدی سے کھا کر حسرت بھری نگاہ سے اپنی ماں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، اس نے کھجور اپنے منہ سے نکالی اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور دونوں بچوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ ماں کی محبت کا یہ دل آویز منظر دیکھ کر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

سیدہ عائشہؓ کی حیا

اسحاق نابینا کہتے ہیں کہ: میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے مجھ سے پردہ کیا، میں نے کہا کہ: آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالاں کہ میں تو آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتا، تو انہوں نے فرمایا: اگر تم مجھے دیکھ نہیں سکتے تو کیا ہوا؟ میں تو تم کو دیکھ سکتی ہوں۔

آپؓ سرتاپا شرم وحیا کی پیکر تھیں۔ اس گھر میں بغیر پردے کے داخل ہوتیں جس میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ دفن تھے، اور فرمایا کرتیں کہ: ایک میرا خاوند ہے اور دوسرا میرا والد ہے، ان دونوں سے کیسا پردہ! جب وہاں سیدنا عمر بن خطابؓ دفن کیے گئے تو مارے شرم وحیا کے پردے کے ساتھ داخل ہونے لگیں۔

غیبت وبدگوئی سے پرہیز

حضرت عائشہؓ غیبت اور بدگوئی سے بھی بہت پرہیز کرتی تھیں، انہوں نے کبھی کسی کی برائی نہیں کی۔ کتب احادیث میں ان کی ہزاروں روایتیں درج ہیں جن میں ایک بھی ایسی نہیں جس سے کسی کی توہین یا بدگوئی ظاہر ہوتی ہو۔ وہ سوکنوں کے ساتھ بھی

کشادہ پیشانی سے پیش آتی تھیں، ان کو شکایت کا کوئی موقع نہ دیتی تھیں اور ان کے فضائل واوصاف بیان کرتی تھیں، جن لوگوں سے ان کو صدمہ پہونچا تھا ان کو بھی حضرت عائشہؓ نے برائی سے یاد نہ کیا۔ واقعہٗ افک میں ایک حیثیت سے حضرت حسان بن ثابتؓ کی شرکت سے ان کو بہت صدمہ پہونچا تھا؛ مگر وہ ان کی عزت کرتی تھیں، انہیں پاس بٹھاتی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت حسان بن ثابت نابینا ہونے کے بعد اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئے، آپؓ نے انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا، جب وہ گئے تو لوگوں نے طنزاً عرض کیا: کیا یہ بھی صحابہ میں سے ہیں؟ فرمایا: کیا یہ وہ نہیں ہیں جن کا یہ شعر ہے:

فـإن أبي ووالده وعرض لـعـرض محمد منكم وفا.

صرف یہ شعر ان کے تمام گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے بعض عزیز افک میں شرکت کی وجہ سے حسان کو بُرا کہنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو سختی سے منع کیا کہ ان کو بُرا نہ کہو، یہ آں حضرت ﷺ کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے ہیں۔

دشمنوں سے سلوک

آپ اپنے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہ فرماتی تھیں، حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہؓ بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ نے قتل کر دیا تھا۔ ایک بار حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ کسی غزوہ میں سپہ سالار مقرر کیے گئے، حضرت عائشہؓ نے ایک شخص سے پوچھا کہ: اس غزوہ میں معاویہ کا برتاؤ فوج کے ساتھ کیسا رہا، اس نے کہا: ان میں کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ ان سے راضی ہیں، کسی کا اونٹ مر جاتا ہے تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دیتے تھے، کسی کا گھوڑا ضائع ہو جاتا تھا تو اس کو دوسرا

گھوڑا عطا فرماتے تھے، کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو اس کی جگہ غلام دے دیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ یہ سن کر فرمانے لگیں: استغفراللہ! اگر میں ان سے اس بنا پر ناراض رہوں یا بغض رکھوں کہ وہ میرے بھائی کے قاتل ہیں۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ: خداوندا! جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر اور جوان پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔

بھائیوں سے محبت

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کا مقام حبشہ میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں لا کر دفن کی گئی، حضرت عائشہؓ فرطِ محبت سے ان کی قبر پر گئیں اور فرمانے لگیں: اگر میں موت کے وقت موجود ہوتی تو تم وہیں دفن ہوتے جہاں تم نے انتقال کیا تھا اور میں تمہاری زیارت کو نہ آتی۔ حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کے بچے یتیم ہوگئے تو حضرت عائشہؓ نے خود ان کی پرورش کی۔

حفظِ مراتب

ایک بار دروازے پر ایک سائل حاضر ہوا، حضرت عائشہؓ نے ایک روٹی کا ٹکڑا دے کر رخصت کیا۔ پھر ایک خوش لباس مسافر آیا اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، جب لوگوں نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو فرمانے لگیں: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "انزلوا الناس منازلهم" ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق سلوک کرو۔

کثرتِ عبادت

حضرت عائشہؓ کثرت سے روزے رکھا کرتیں اور نفل نماز بھی خوب پڑھا کرتی تھیں۔ چاشت کی نماز کا خاص اہتمام کرتی تھیں، آٹھ رکعات پڑھتیں اور یہ فرماتی تھیں کہ: میرے ماں باپ بھی اگر قبر سے اٹھ کر آجائیں تب بھی اس نماز کو نہیں

چھوڑوں گی؛ بلکہ ان کی خدمت کرتے ہوئے بھی اس کو ضرور پڑھوں گی۔

تلاوت اور گریہ وزاری

تلاوتِ قرآن آپ کا خاص شغل تھا، تلاوت کے وقت بعض آیات پر ان کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ جب آیتِ کریمہ ﴿وقرن في بيوتكن﴾ کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر فرماتے تھے کہ: میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے گھر جاتا اور سلام کرتا (یہ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے) ایک مرتبہ جب میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئی نفل نماز پڑھ رہی ہیں، اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہی ہیں:

﴿فمنّ الله علينا ووقانا عذاب السموم﴾

میں سلام پھیرنے کے انتظار میں کھڑا رہا حتیٰ کہ طبیعت اکتا گئی اور میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لیے بازار چلا گیا، پھر جب واپس آیا تو دیکھا کہ وہ ابھی بھی اسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں۔

حضرت عائشہؓ اور تہجد

تہجد کی نماز حضرت عائشہؓ کے معمولات میں داخل تھی جسے انہوں نے حضور ﷺ کے زمانے سے ہی اپنی زندگی کا جز بنا لیا تھا۔ خود فرماتی ہیں کہ: اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ پوری پوری رات نماز میں مشغول رہتے اور بہ حیثیت مقتدی کے میں آپ کے ساتھ شریک رہتی۔ آپ ﷺ سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء جیسی طویل سورتیں

پڑھتے، جہاں خوفِ خدا کے مضمون پر مشتمل کوئی آیت آتی تو آپ عذابِ الٰہی سے پناہ کے طالب ہوتے اور آیاتِ رحمت پر اس کی رحمت کا سوال کرتے۔

حضرت عائشہؓ اور روزہ

روزوں کی کثرت آپ کا خاص شغل تھا۔ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں، سخت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے (جو حضرت عائشہؓ کے بھائی تھے) فرمایا: اس گرمی میں نفل روزہ کوئی ضروری نہیں ہے، افطار کر لیجیے (بعد میں قضا رکھ لینا کافی ہوگا) یہ سن کر فرمایا کہ: حضور اقدس ﷺ سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، میں اپنا روزہ کیسے توڑ دوں!!!

حضور پُر نور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کی بھی متمنی رہا کرتی تھیں۔ ایک سال تو اس کے لیے اپنا خیمہ بھی نصب کروا لیا تھا، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد پابندی کے ساتھ اپنے حجرے میں اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

حضرت عائشہؓ عابدہ، زاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی اور آخرت کی بہت زیادہ فکر رکھنے والی تھیں۔

ایک مرتبہ دوزخ یاد آ گئی تو رونا شروع کر دیا، آنحضرت ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کیا: مجھے دوزخ کا خیال آ گیا، اس لیے رو رہی ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! جب سے آپ نے منکر نکیر کی ہیبت ناک آواز کا اور قبر کے بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے اس وقت سے

مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی، اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے عائشہ! منکر نکیر کی آواز مؤمن کے کانوں میں ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے آنکھوں میں سرمہ اور قبر کا مؤمن کو دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی ماں شفقت سے آہستہ آہستہ دبائے اور وہ اس سے آرام وراحت پائے۔

بیماری کے زمانے میں اکثر کہا کرتی تھیں کہ: کاش! میں کوئی درخت ہوتی، کاش! میں درخت کی کوئی پتی ہوتی جس کا حساب وکتاب نہ ہوتا۔ جنگِ جمل کا واقعہ جب بھی یاد آ جاتا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خالہ جان حضرت عائشہؓ کی بے پناہ فیاضی دیکھ کر ایک دفعہ کسی کے سامنے یوں کہہ دیا کہ: یا تو وہ اپنے خرچ سے خود ہی رک جائیں ورنہ میں ان کا ہاتھ خرچ سے روک دوں گا۔ جب حضرت عائشہؓ کو یہ بات پہنچی تو فرمایا: اچھا! عبداللہ نے ایسا کہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا کہ: میں نے نذر مان لی کہ زبیر کے بیٹے سے کبھی نہ بولوں گی۔ اس کے بعد عرصہ تک بول چال بند رکھی، پھر حضور کے ننہال رشتہ دار قبیلۂ بنی زہرہ کے لوگوں کو سفارشی بنایا اور بڑی مشکل سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود کے کہنے کے بعد ان سے بولنا شروع کیا اور نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔ اور جب کبھی قسم کے توڑ دینے کا خیال آ جاتا تو روتے روتے اپنا دوپٹہ تر کر لیتی تھیں، اور قسم کے ٹوٹ جانے پر مواخذے سے ڈرتی تھیں اور گو نذر کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے؛ لیکن ان پر خوفِ خدا اس قدر غالب تھا کہ بار بار غلام آزاد کرتی تھیں کہ شاید اب خطا معاف ہو جائے، شاید اب خطا معاف ہو جائے۔

زہد وقناعت اور سادگی

حضرت عمرؓ نے ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کے لیے دس ہزار درہم سالانہ گذارہ

مقرر کیا اور حضرت عائشہؓ کے لیے بارہ ہزار مقرر کیا؛ کیوں کہ وہ تمام امہات المؤمنین میں سب سے زیادہ معزز تھیں، لیکن انہوں نے اس زیادتی کو منظور نہیں فرمایا، اور کہا کہ: آپ ﷺ نے ہم سب کو برابر رکھا اب گذارہ بھی برابر رہنا چاہیے، میں زیادہ نہیں لے سکتی۔

پھٹے کپڑوں میں خود پیوند لگا کر پہنتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا کہ: اب تو کپڑوں کی کمی نہیں ہے، آپ نئے کپڑے کیوں نہیں پہنتیں؟ فرمایا کہ: آں حضرت ﷺ کی وصیت ہے کہ جب تک پیوند نہ لگاؤ کپڑے کو مت چھوڑو، جو پیوند نہیں لگاتا اس کو نئے کپڑے کا کیا لطف آئے گا!۔

کثیر بن عبد کا بیان ہے کہ: میں اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت اپنے کپڑے میں پیوند لگا رہی تھیں۔ مجھ سے فرمایا: ذرا ٹھہرو (اتنا کام کر کے بات کرتی ہوں) چناں چہ میں نے توقف کیا۔ پھر جب گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ: اگر میں باہر جا کر لوگوں سے کہوں کہ: اُم المؤمنین پیوند لگا رہی تھیں تو آپ کو لوگ بخیل سمجھیں گے، اس کے جواب میں فرمایا کہ: سمجھ کو بات کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے پرانا کپڑا نہ پہنا اسے نیا کپڑا پہننے میں کیا لطف آئے گا!۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ: اے عائشہ! اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو تجھے دنیا میں سے اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا مسافر اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے، اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر، اور کسی کپڑے کو پرانا سمجھ کو پہننا مت چھوڑ جب تک کہ تو اس کو پیوند لگا کر نہ پہن لیوے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے تھے کہ: خالہ جان! اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے نیا کپڑا اس وقت تک نہیں بناتی تھیں جب تک کہ پہلے بنائے ہوئے کپڑے میں پیوند نہ لگ جائے اور بوسیدہ نہ ہو جائے۔

حضرت عروہؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ستر ہزار کی مالیت حاجت مندوں میں تقسیم فرمادی، اور اپنا یہ حال تھا کہ تقسیم کے وقت

کرتے میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

آپؓ ہمیشہ موٹے اور کم قیمت کے کپڑے پہنتی تھیں اور ان کو زعفران اور ارغوانی رنگ میں رنگ لیتی تھیں، ہاتھوں میں سونے اور چاندی کی انگوٹھی بھی ڈال لیتی تھیں۔

ایک شخص نے پوستین تحفے میں پیش کی، فرمایا کہ: مجھے مرے ہوئے جانور کی کھال سے نفرت ہے۔ انہوں نے کہا کہ: ہم نے اس کو اچھی طرح پکا کر صاف کر لیا ہے، تب اسے قبول کیا اور پہنا۔ لباس میں زعفرانی رنگ کا کرتہ اکثر رواۃ سے منقول ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ: سرخ کرتہ اور سیاہ اوڑھنی زیبِ تن فرماتی تھیں۔ ایک ریشمی چادر بھی کبھی کبھی استعمال فرماتی تھیں جو بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو عنایت فرمادی۔

قناعت پسندی کی وجہ سے ایک ہی جوڑا پاس رکھتی تھیں اور اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ آپ کے پاس ایک کرتہ بھی تھا جو تقریبات میں دلہن کے لیے آپؓ سے مستعار لیا جاتا تھا۔ مدینے کی اکثر شادیوں میں یہی کرتہ استعمال ہوتا تھا۔

عورتیں بالعموم اسراف کی عادی ہوا کرتی ہیں؛ مگر حضرت عائشہؓ میں میں قناعت کا وصف خصوصیت سے ودیعت ہوا تھا۔ لہٰذا دنیوی اور مال و منال کی طرف رخ بھی نہ کرتی تھیں۔

باوجود کثیر آمدنی کے بھی مہینے میں کئی کئی دن ایسے آتے تھے جن میں فاقہ کرنا پڑتا تھا؛ کیوں کہ وہ ایک دن کی آمدنی دوسرے دن کے لیے نہیں رکھتی تھی۔

امام ترمذی نے "باب الزہد" میں لکھا ہے کہ: حضور ﷺ کے بعد ایک مرتبہ آپ نے کھانا طلب کیا، پھر فرمایا کہ: جب کبھی سیر ہو کر کھانے کا موقع ملتا ہے تو رونا آجاتا ہے؛ اس لیے میں کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھاتی، کسی نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: مجھے وہ حالت یاد آجاتی ہے جس میں آں حضرت ﷺ نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ خدا کی قسم! زندگی بھر دن میں دو دفعہ سیر ہو کر آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت تناول نہیں فرمایا۔

معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنے کی کوشش

منہیات کے قبیل سے چھوٹی اور معمولی سمجھی جانے والی چیزوں اور باتوں سے بھی وہ شدت کے ساتھ بچنے کی کوشش کیا کرتی تھیں اس اہتمام اور شدت کا اندازہ درج ذیل معمول سے لگایا جاسکتا ہے:

چناں چہ درمیانِ سفر جب آگے کی سمت سے گھنٹی اور موسیقی وغیرہ کی آواز کان میں پڑتی تو غلام کو ٹھہر جانے کا حکم دے دیا کرتیں، اور وہ آواز اگر پیچھے کی جانب سے آتی تو فرماتیں کہ: تیزی کے ساتھ آگے بڑھ چلو (مقصد یہ ہوتا تھا کہ بغیر قصد وارادہ بھی مکروہ آواز کان میں نہ پڑنے پائے)۔

علمی وتربیتی خدمات

کمالِ علم

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ پوری امت کی عورتوں سے زیادہ عالمہ، فاضلہ اور فقیہہ تھیں۔ ان کا یہ تبصرہ حقیقت پر مبنی ہے؛ کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت صدیقِ اکبرؓ کے گھر پرورش پائی، نبیٔ اکرم ﷺ کے گھر ازدواجی زندگی بسر کی، علم نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہوئیں، قرآنی آیات کے اسباب نزول کی عینی شاہد تھیں، ان کا حجرہ وحیٔ الٰہی کے نزول کا محور ومرکز رہا، پھر انہیں بھلا "افقہ نساء الأمۃ" کا اعزاز کیوں حاصل نہ ہوتا۔

جس قدر عورتیں دربارِ نبوت میں مسئلہ پوچھنے آتیں زیادہ تر حضرت عائشہؓ ہی کے واسطے سے پوچھتیں، اور یہ رسوخ جو حضور ﷺ کی خدمت میں آپؓ کو حاصل تھا آپؓ کے کمالِ ذہانت، تقویٰ اور دینداری کی وجہ سے تھا۔ آپؓ میں بڑی خوبی یہ تھی کہ جوبات

آپؓ کی سمجھ میں نہ آتی، اس پر دوسروں کی طرح فوراً اعتقاد نہیں کر لیتی تھیں؛ بلکہ اچھی طرح سمجھ بوجھ کر تسلیم کرتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر دشوار و پیچیدہ مسئلوں میں صحابۂ کرامؓ انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے، اور آپؓ ان کی دشواری کو حل کر دیتیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ بلکہ خلفائے راشدین میراث کے مسئلے آپ ہی سے آکر پوچھتے تھے۔

آپؓ کی رائے عام مسائل میں بہت بہتر سمجھی جاتی تھی، نیز قرنِ صحابہ میں جو چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و فتوے میں سب سے بہتر تھے ان میں آپ کا شمار تھا۔

آں حضرت ﷺ سے سوالات

مشہور ہے کہ "السوال نصف العلم" حضرت عائشہؓ نے اس پر پورا پورا عمل کر دکھایا، اور دین کی کسی بات کے پوچھنے میں کبھی شرم وعار محسوس نہیں کی۔ آپؓ برابر آں حضرت ﷺ سے سوالات کرتی رہتی تھیں، ذیل میں اس کی چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

ایک مرتبہ سوال کیا کہ: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، فرمائیے! میں ہدیہ دینے میں دونوں میں سے کس کو ترجیح دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "إلى أقربهما منك بابا" کہ دونوں میں سے جس کے گھر کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو اسی کو ترجیح دو۔

ایک مرتبہ سید عالم ﷺ نے دعا کی:

"اللهم حاسبني حسابا يسيرا" اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجیو۔

یہ دعا سن کر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ: یا نبی اللہ! آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اعمال نامہ دیکھ کر درگذر کر دیا جائے گا (یہ آسان حساب ہے)۔ پھر فرمایا کہ: اے عائشہ! یقین جانو! جس کے حساب میں چھان بین کی گئی وہ ہلاک ہو گیا، (کیوں کہ جس کے حساب میں چھان بین ہوگی وہ حساب دینے میں کبھی

کامیاب نہیں ہوسکتا)۔

ایک مرتبہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت کے روز لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن غیر مختون اٹھائے جائیں گے (جیسے ماں کے پیٹ سے دنیا میں آئے تھے) یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! (یہ تو بڑے شرم کا مقام ہوگا) کیا مرد وعورت سب ننگے ہوں گے، ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! (قیامت کی سختی اس قدر ہوگی اور لوگ گھبراہٹ اور پریشانی سے ایسے بدحال ہوں گے کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہ ہوگا) مصیبت اتنی زیادہ ہوگی کہ کسی کو اس کا خیال بھی نہ آئے گا۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے آں حضرت ﷺ سے سوال کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جنّت میں داخل نہ ہوگا؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں! اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنّت میں نہ جائے گا، تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے دوبارہ سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول! آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں داخل نہ ہوں گے؟ آپ نے ماتھے پر مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا:

"ولا أنا إلا أن يتغمدني الله منه برحمته".

ترجمہ: میں بھی جنّت میں داخل نہ ہوں، مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیوے، تین مرتبہ یہی فرمایا۔

ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! یہ تو فرمایئے! اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ لیلۃ القدر کی رات آج ہی کے دن ہے (یعنی یہ علم ہوجائے کہ آج لیلۃ القدر ہے) تو میں دعا میں کیا کہوں؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ: یوں کہنا:

"اللهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني".

ترجمہ: اے اللہ! تو بلاشبہ معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے؛ لہٰذا تو مجھے معاف فرما۔

ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ نے دعا کہ کہ:

"اللھم احینی مسکینا وأمتنی مسکینا واحشرنی في زمرة المساکین".

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالتِ مسکینی میں مجھے دنیا سے اٹھا اور قیامت میں مسکینوں میں حشر فرمائیے گا۔

یہ دعا سن کو حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ: یارسول اللہ! آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟ آپ نے فرمایا: (اس لیے کہ) بلاشبہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) اے عائشہ! (اگر مسکین سائل ہوکر آوے تو مسکین کو کچھ دیے بغیر واپس نہ کر، اور کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دیا کر۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اپنے سے قریب فرمائیں گے۔

ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے یعنی حج اور عمرہ۔

امت کا مزاج بنانا

حضرت عائشہؓ احکام اسلام کی تفہیم وتبیین میں عقل اور حکمتوں کے پیچھے پڑنے کو پسند نہیں فرماتی تھی، جب بھی کوئی اس قسم کا سوال کرتا تو اس پر مناسب طرح تنبیہ فرماتیں اور امت کا یہ مزاج بناتیں کہ اللہ و رسول کا نام آ جانے کے بعد ایک مؤمن کے

لیے کسی قسم کی چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔

آپ کی مشہور شاگردہ حضرت معاذہ عدویہ نے ایک مرتبہ سوال کیا: کیا بات ہے کہ حیض کے زمانے کی نماز نہیں پڑھی جاتی؛ لیکن رمضان شریف کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس کے جواب میں فرمایا: "احـــروریۃ أنـتِ" (کیا تو نیچری ہوگئی جو اسلام کو اپنی سمجھ کا تابع کرنا چاہتی ہے اور اسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننا پسند نہیں کرتی)۔ حضرت معاذہؓ نے عرض کیا: میں نیچری تو نہیں ہوں، یوں ہی سوال کر رہی ہوں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: (میں تو اس کے جواب میں یہی جانتی ہوں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں) ہم کو حیض آتا تھا تو روزہ کی قضا رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

علوم کی نشر واشاعت

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام ؓ علم و معرفت کی قندیلیں اپنے ہاتھوں میں لے کر پورے عالمِ اسلام کو منور کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور ان معلّمینِ علم واخلاق نے علمِ دین کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

اُس وقت مدینۂ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی درس گاہیں مرجع خاص و عام بن چکی تھیں؛ لیکن سب سے پُر رونق اور پُر ہجوم درسگاہ وہ تھی جو مسجدِ نبوی کے اس گوشے میں واقع تھی جو حجرۂ صدیقہ سے متصل تھا، حجرے کے اس دروازے پر جو مسجد کی طرف کھلتا تھا، پردہ ڈال دیا جاتا اور سیدہ عائشہؓ اوٹ میں بیٹھ جاتیں اور لوگ حجرے کے سامنے مسجد میں بیٹھ جاتے، وہ سوالات کرتے جاتے، آپ جوابات دیتی جاتیں، کبھی کوئی بحث چھڑ جاتی تو استاذ شاگرد اس میں حصہ لیتے، کبھی خود کسی موضوع پر تقریر شروع کر دیتیں اور

لوگ خاموشی سے سنتے۔ اس مجلس میں جلیل القدر صحابہ بھی ہوتے اور بلند پایہ تابعین بھی، اس مجلس میں قرآنی آیات کے مطالب و معانی، ارشاداتِ رسول کی توضیح و تشریح اور عام معاملاتِ زندگی پر دینی احکام کی تطبیق جیسے اہم مسائل زیرِ بحث آتے اور شاگرد اپنے روحانی اور علمی استاذ کی مجتہدانہ آراء سے استفادہ کرتے۔

سیدہ عائشہؓ کا طرزِ عمل اپنے شاگردوں کے ساتھ بڑا مشفقانہ تھا، آپؓ اپنی شفقت سے ان میں حصولِ علم کا جذبہ جگاتیں۔ آپؓ جب یہ محسوس کرتیں کہ ان کا کوئی شاگرد کسی بات کے دریافت کرنے میں ہچکچاہٹ سے کام لے رہا ہے تو بڑے محبت آمیز انداز میں فرماتیں: میں تمہاری ماں ہوں، اگر تم اپنے دل کی بات ماں سے نہیں کہو گے تو اور کس سے کہو گے؟

بہت سے لوگ خطوط لکھ کر حضرت عائشہؓ سے دینی معلومات حاصل کرتے تھے اور آپ ان کا جواب لکھوا دیتی تھیں۔ عائشہ بنتِ طلحہ - جو آپ کی خاص شاگردہ ہیں - فرماتی ہیں کہ: لوگ مجھے دور دور کے شہروں سے خطوط لکھتے اور ہدایا بھیجتے تھے، میں عرض کرتی تھی کہ: اے خالہ جان! یہ فلاں شخص کا خط اور اس کا ہدیہ ہے، فرمائیے کیا کروں؟ تو آپ ارشاد فرماتیں: اے بیٹا! اسے یہ جواب لکھ دو اور ہدیے کا بدلہ دے دو۔

حضرت عائشہؓ اور ادبِ عربی

سیدہؓ کا ادبی ذوق بھی بڑا پختہ اور بلند تھا، اس لیے دورانِ تدریس شاگردوں کے تلفظ کی اصلاح کی طرف بھی توجہ فرماتیں، یہی وہ شاگرد ہیں جنہوں نے سیدہ موصوفہؓ سے دین کے احکام کا علم حاصل کر کے بڑی احتیاط سے امت کی آنے والی نسلوں تک پہنچایا جواب قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے کسی خطیب کو حضرت عائشہؓ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہؓ اور علمِ حدیث

قرآنِ کریم کے بعد دینِ اسلام کا دوسرا سب سے بڑا اور اہم ماخذ احادیثِ نبویہ ہیں، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فہم وذکا کے عطیۂ الٰہی، حضور ﷺ کی بابرکت صحبت، اور اپنی بے پناہ جد وجہد کی بنا پر جس طرح قرآنِ کریم کے علوم ومعارف اور اسرار وحِکم کے خزانۂ عامرہ کو محفوظ کر رکھا تھا، اسی طرح حدیث اور علمِ حدیث کی روح کو بھی نہایت حسن وخوبی کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔

چناں چہ باستثنائے بعض جس طرح وہ قرآن اور علوم قرآن کے باب میں تمام صحابہؓ وصحابیاتؓ سے ممتاز نظر آتی ہیں، اسی طرح حدیث اور علمِ حدیث میں بھی چند کو چھوڑ کر ان کا پایہ سب سے زیادہ بلند ہے، اور اس میں بھی انہیں مکمل امتیاز حاصل ہے۔ خداوند قدوس نے قوتِ حفظ اور عقل وفہم کی نعمت سے تو بھرپور نوازا ہی تھا اس کے ساتھ موضوعِ حدیث: ذاتِ رسول ﷺ کی صحبت ومعیت اور رفاقت کا شرف بھی انہیں اس عمر سے حاصل ہو گیا تھا جو حصولِ علم کی بہترین عمر ہوتی ہے۔

چناں چہ آپؓ ۱۰ نبوی میں ہجرتِ مدینۂ منورہ سے تین سال قبل ہی حضور ﷺ کی زوجیت میں داخل ہو گئی تھیں، اور آپؓ کے والد گرامی سیدنا ابوبکر صدیقؓ ابتدا ہی سے ہر معاملہ میں حضور ﷺ کے ہم دم وہم راز تھے، جس کی بنا پر حضور ﷺ روزانہ پابندی کے ساتھ اُمّ المؤمنین کے مکان پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور رہا آپؓ کی پیدائش سے پہلے کا اسلامی دور اور اس کے بعد سنِ شعور تک کے زمانہ کا معاملہ تو اپنی قوتِ حفظ، فطری ذہانت اور انتھک جد وجہد سے آپؓ نے اس کی بھی مکمل تلافی کر لی تھی، چناں چہ حضور اقدس ﷺ پر نازل ہونے والی سب سے پہلی وحی اور اس کی تمام تر تفصیلات نہایت مرتب اور پُرشکوہ انداز میں آپ ہی کی روایت سے کتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

بہر حال خداداد عقل وفہم، بےنظیر قوتِ حفظ اور پھر حضور اقدس ﷺ کی صحبت، الفت ومحبت اور تقربِ خاص کی بناپر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کوکسبِ کمال اور علمِ قرآن وحدیث میں حصولِ درک کا جو موقع ملا تو انہوں نے ایک لحہ ضائع کیے بغیر اس سے مکمل فائدہ اٹھایا اور ایسا امتیاز پیدا کرلیا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری جماعت میں باستثنائے چند کوئی ان کا ہم سر باقی نہ رہا۔

روایات کی تصحیح

حضرت عائشہؓ نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کی ہے۔ نیز اپنے والد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت فاطمۃ الزہرا وغیرہ سے روایت کی ہے۔ امام ابن حزم نے طبقۂ مکثرین بالروایہ میں گیارہ صحابہؓ کا ذکر کرکے ان کی مرویات کی تعداد بیان کی ہے جس میں حضرت عائشہؓ کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو دس بتلائی ہے۔

رہ گئی بات آپ کے تلامذہ وشاگردان کی تو وہ شمار سے باہر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے نامزد تلامذہ کی طویل فہرست گنوا کر "وخلق کثیر" لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے علما وفضلا نے ان سے روایت کی ہے۔

باہر سے آنے والے وفود پر نظرِ کرم

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فیضِ تربیت کے دروازے مدینہ والوں کے لیے تو ہر وقت کھلے تھے جس سے چھوٹے، بڑے اور مرد وزن اپنی اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق فیض یاب ہوتے رہتے تھے؛ لیکن سیدہ پوری امتِ مسلمہ کی ماں تھیں، اس لیے جو لوگ باہر سے حاضر ہوتے وہ روضۂ اطہر کی زیارت کے بعد اپنی روحانی ماں کی

خدمت میں حاضر ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے اور انہیں اسرار نبوت کے لازوال خزانے کا امین سمجھتے ہوئے ان سے رہنمائی کے طلبگار ہوتے۔ حضرت عائشہؓ ان سے خوب اکرام وشفقت کے ساتھ پیش آتیں، بیچ میں پردہ حائل ہوتا، آنے والے حضرات مختلف مسائل اور شکوک وشبہات پیش کرتے اور جوابات سن کر تشفی پاتے۔

مردوں کے علاوہ عورتوں کے وفد بھی بیرونی علاقوں سے حاضرِ خدمت ہوتے، آپؓ ان کی باتیں سنتیں، دین کی حقیقتوں کو ان پر واضح کرتیں اور عجمی اختلاط کے سبب جو غیر اسلامی رسوم اور افکار ونظریات اسلامی معاشرے میں رواج پذیر ہونے لگے تھے ان پر سختی سے تنقید فرماتیں۔

حج کے موسم میں حلقۂ درس وارشاد

حضور اکرم ﷺ نے ۱۰ھ میں اپنی زندگی کا آخری حج ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ ادا کیا، سیدہ عائشہؓ بھی ساتھ تھیں۔ حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک تھا کہ: عورتوں کا جہاد ان کا حج ہے۔ اسی ارشاد کی تعمیل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہر سال حج پر جایا کرتی تھیں اور انہوں نے اپنا یہ معمول زندگی کے آخری سال تک جاری رکھا۔ اس سے سیدہؓ کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ تمام عالمِ اسلام سے آنے والے مسلمانوں کو یہ موقع مل جائے کہ وہ آسانی سے تعلیماتِ نبویہ کی تفاصیل اور حکمتیں ان سے معلوم کر سکیں۔ امت کو بھی یہ معلوم تھا کہ ان کی یہ ماں منبع علم ودانش اور خزینۂ حکمت ومعرفت ہیں، اس لیے حج کے موسم میں سیدہ عائشہؓ کی قیام گاہ ہزاروں مسلمانوں کی توجہات کا مرکز ومحور بن جاتی تھی، عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں، آپؓ امام وپیشوا کی طرح آگے آگے اور تمام عورتیں آپ کے پیچھے چلتیں، اور اسی دوران ارشاد وہدایت کے فرائض بھی انجام پاتے جاتے تھے۔

ایک کامیاب اور دردمند معلّم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بروقت اپنے شاگردوں کی غلطیوں کی اصلاح احسن طریقے سے کرے، ورنہ یہی غلطیاں بعد میں سند کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اُمتِ محمدیہ کی شفیق و رحیم معلّمہ تھیں، اس لیے انہوں نے اصلاح کا یہ فریضہ بھی بڑی دانشمندی سے ادا کیا؛ تاکہ کتاب و سنت کا علم اپنی اصلی شکل اور روح کے ساتھ آنے والی نسلوں تک پہنچے، ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا کہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یہ صحیح نہیں ہے۔ ابو ہریرہ نے آدھی بات سنی اور آدھی بات نہیں سنی، جب وہ پہنچے تو حضور اقدس ﷺ پہلا فقرہ کہہ چکے تھے۔ در اصل آپ نے فرمایا تھا: یہود کہتے ہیں کہ: بدشگونی تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور سبب یہ بیان کیا کہ: مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی لباس میں اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا: خدا ابو سعید پر رحمت نازل کرے، لباس سے مراد حضور ﷺ کے نزدیک انسان کے اعمال ہیں، ورنہ آپ ﷺ کا تو یہ صاف ارشاد ہے کہ قیامت میں لوگ برہنہ تن، برہنہ پا اور برہنہ سر اٹھیں گے۔

حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور بعض دیگر صحابہؓ روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے اس کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: حضور اقدس ﷺ نے ایسا کبھی نہیں فرمایا؛ بلکہ واقعہ یہ

ہے کہ ایک دن آپ ﷺ ایک یہودیہ کے جنازے کے پاس سے گذرے، اس کے رشتہ دار اس پر گریہ وزاری اور نوحہ وماتم کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ادھر روتے ہیں اور اُدھر اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ رونا عذاب کا سبب نہیں؛ بلکہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں، یعنی یہ نوحہ اس کی موت پر کرتے ہیں اور مرنے والا اپنے گذشتہ اعمال کی سزا میں مبتلا ہے؛ کیوں کہ رونا دوسروں کا فعل ہے، جس کا عذاب یہ رونے والے خود اٹھائیں گے، مردہ اس کا ذمہ دار کیوں ہو؟ ہر شخص اپنے افعال کا جواب دہ ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: ''اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا''۔

حضرت ابن عمرؓ نے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس بیان اور استدلال کو سنا تو کوئی جواب نہ دے سکے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کی تردید کرتی ہوئے آپؓ نے فرمایا: حضور ﷺ بہ حالتِ صوم اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیا کرتے تھے اور پھر وضو نہیں کرتے تھے۔

اختلافی معاملات میں امت کی رہنمائی

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اصابتِ رائے، دینی معاملات میں اجتہادی بصیرت اور علمِ نبوت میں ان کا فضل وکمال صحابۂ کرامؓ اور تابعینِ عظامؒ کے نزدیک مسلّم تھا، یہی وجہ ہے کہ خلفائے اسلام، علمائے امت اور عام افرادِ ملّت باہمی اختلاف کی صورت میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کا فیصلہ فتوے کی حیثیت اختیار کر لیتا تھا۔ اس قسم کے فتوؤں کو اگر مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، مجتہدینِ کرام اور اسلامی قانون کے ماہر فقہا نے ان ہی فتوؤں کی بنیاد پر انسانی زندگی

کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے شرعی احکام مستنبط اور مرتب کیے ہیں۔

خلفائے راشدین خصوصاً حضرت عمرؓ کے عہد میں ہر شخص کو فتویٰ صادر کرنے کی اجازت نہ تھی، یہ اہم ذمہ داری چند بالغ النظر اور وسیع العلم صحابۂ کرامؓ کے سپرد تھی، جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ عہدِ عثمانی میں ان میں سے اکثر بزرگوں کے انتقال کے بعد امت نے اس مقصدِ عظیم کے لیے حضرت ابنِ عباسؓ، ابنِ عمرؓ، ابنِ زبیرؓ، جابر بن عبداللہؓ اور ابو ہریرہؓ جیسے اساطینِ علم کی طرف رجوع کیا؛ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد سے اپنی زندگی کے آخری ایام تک منصب افتا پر فائز رہیں۔ چناں چہ مدینہ کے نامور تابعی حضرت قاسمؒ اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت ہی میں مستقل طور پر افتا کا منصب حاصل کر چکی تھیں، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بعد بھی آخری زندگی تک وہ برابر فتویٰ دیتی رہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کا پایۂ تخت دمشق تھا؛ لیکن ضرورت پڑنے پر ان کا قاصد معلّمۂ امت کے دروازے پر حاضری دیتا اور خلیفۂ وقت کی طرف سے مسائل دریافت کرتا، اور وعظ ونصیحت کا طلب گار ہوتا۔

شعر اور طب

حضرت عائشہؓ مریضوں کے معالجات میں اور اشعارِ عرب یاد رکھنے میں بھی خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ ان کے بھانجے حضرت عروۃ بن الزبیرؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ کے سامنے جب کوئی حادثہ پیش آ جاتا تو اس کے متعلق ضرور کوئی شعر پڑھ دیتی تھیں۔

حضرت عروہؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کوئی قرآن کا عالم، فرائض اسلام اور حلال وحرام کا جاننے والا اور عرب کے واقعات اور اہلِ عرب کے نسب سے واقفیت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

یہی عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ ساٹھ اشعار یا سو اشعار پر مشتمل قصیدہ بڑی روانی سے سنا دیا کرتی تھیں۔ جب بھی کوئی واقعہ بیان کرتیں یا بات کرتیں تو اس کی مناسبت سے شعر کہہ دیتیں، انہیں اشعار پر بڑا عبور حاصل تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے عرض کیا کہ: امی جان! مجھے آپ کے فقیہ ہونے پر تعجب نہیں ہے، کیوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں، اور نہ مجھے آپ کی شعردانی اور واقعاتِ عرب سے واقفیت پر تعجب ہے: کیوں کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں، ان کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہوگئیں؛ لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ کو طب سے کیوں کر واقفیت ہوئی؟ اس کے جواب میں آپؓ حضرت عروہؓ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ: عروہ بیٹا! طب میں نے اس طرح سیکھا کہ آنحضرت ﷺ آخری عمر میں بیمار ہو جایا کرتے تھے اور لوگ دور دور سے آیا کرتے تھے، وہ آپ کو علاج کے طریقے اور دوائیں بتاتے تھے اور میں ان کے ذریعہ آپ کا علاج کرتی تھی۔

کلماتِ حکمت وموعظت

حضرت عائشہ صدیقہؓ بڑی صاحبِ حکمت وموعظت تھیں، بڑی پتہ کی بات ارشاد فرمایا کرتی تھیں، بعض صحابہؓ ان سے نصیحت کرنے کی درخواست کرتے تو نہایت ہی بہترین نصیحت فرمایا کرتیں۔

زیادہ کھانے کے متعلق حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: نبیِ کریم ﷺ کے دنیا سے

تشریف لے جانے کے بعد سب سے پہلی مصیبت امت میں یہ پیدا ہوئی کہ لوگ پیٹ بھر کر کھانے لگے، جب پیٹ بھرتے ہیں تو بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور دل کمزور ہو جاتے ہیں اور نفسانی خواہشیں زور پکڑ لیتی ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ: گناہوں کی کمی سے بہتر کوئی پونجی ایسی نہیں ہے جسے لے کر تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو، جسے یہ خوشی ہو کہ عبادت میں، محنت کے ساتھ انہماک رکھنے والے سے بازی لے جاوے اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک خط حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نام ارسال کیا، جس میں اپنے لیے مختصر نصیحت کرنے کی فرمائش کی، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس کے جواب میں فرمایا: تم پر سلام ہو!

بعد سلام کے واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: جو شخص لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو، اللہ تعالیٰ لوگوں کی شرارتوں سے اسے محفوظ فرماتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کرنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں فرماتے؛ بلکہ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں، وہ اس کو جیسے چاہیں استعمال کریں اور جس طرح چاہیں اس کا دلیہ بنائیں، والسلام علیکم۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ: جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے تو اس کو اچھا کہنے والے بھی برا کہنے لگتے ہیں۔

ذیل میں آپؓ کے کچھ اقوالِ زرّیں بیان کیے جاتے ہیں جن سے آپؓ کی فہم وفراست اور فکرِ آخرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

(۱) تواضع وانکساری افضل عبادت ہے۔

(۲) قیامت کے دن جس کے حساب کی جانچ پڑتال کی گئی اسے بخشا نہ جائے گا۔

(۳) جب تم میں سے کوئی اللہ سے تمنا کرے تو کثرت کو پیش نظر رکھے یعنی جی بھر کر مانگے، کیوں کہ وہ اپنے رب سے مانگ رہا ہوتا ہے اور اللہ کے خزانے بڑے وسیع ہیں۔

(۴) لوگوں نے اپنے دین کا ایک بڑا حصہ یعنی تقوے کو ضائع کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کے علم کے متعلق اقوالِ اکابر

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فقیہۂ امت" کے لقب سے مشہور ہیں، فقہ، حدیث، فرائض، احکام، حلال وحرام، اخبار واشعار، طب وحکمت، غرضیکہ بہت سے علوم کی جامع اور اپنے زمانہ میں ان علوم میں سب سے آگے تھیں، ان کی فقاہت اور جامعیت اجلۂ صحابہؓ میں مسلم تھی، اور سب ہی حضرات ان کے علم وفضل، اصابت رائے اور تبحرِ علمی کے قائل تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ: صحابہؓ جس بات میں شک وشبہ کرتے تو حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے اور اس کے بارے میں ان کے پاس صحیح علم پاتے تھے۔

امام زہریؒ کا بیان ہے کہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ اعلم الناس یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھتی تھیں، اور اکابر صحابہؓ ان سے علمی اور دینی باتیں دریافت کیا کرتے تھے۔

امام مسروقؒ نے کہا ہے کہ: خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے مشائخ واکابر کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

ابو سلمہ عبد الرحمٰنؒ کا قول ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن، فقہی آراء، آیات کا شانِ نزول اور فرائض کے بارے میں اگر سوالات ومعلومات کی ضرورت پڑی ہے تو میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔

حضرت عطا بن ابی رباحؒ نے شہادت دی ہے کہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ افقہ الناس، احسن الناس اور عام باتوں میں اعلم الناس تھیں۔

محمود بن لبید نے بیان کیا ہے کہ: عام طور سے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ حدیثوں کو بہت زیادہ یاد رکھتی تھیں، مگر حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ اس بارے میں سب سے آگے تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ عہد فاروقی وعثانی میں فتوے دیا کرتی تھیں اور وصال تک دیتی رہیں، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اکابر صحابہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر ان سے احادیث وسنن کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

ہشام بن عروہ کا قول ہے کہ: فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔

ہشام کے والد حضرت عروہ بن زبیرؓ بات بات پر اشعار پڑھنے کے عادی تھے، لوگوں نے ایک مرتبہ ازراہِ تعجب ان سے کہا کہ: آپ کو کس قدر زیادہ اشعار یاد ہیں؟ تو انہوں بتایا کہ میری اشعار کی روایت حضرت عائشہؓ کی روایت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے، ان کے سامنے جب بھی کوئی بات ہوتی تو وہ اس کے مناسب اور حسب حال شعر پڑھ دیا کرتی تھیں۔

امام زہریؒ کا مقولہ ہے کہ: اگر تمام مردوں اور امہات المؤمنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم ان میں سب سے زیادہ ہوگا۔

طبقۂ نسواں پر سیدہ عائشہؓ کے احسانات

حضرت عائشہ صدیقہؓ پوری امتِ مسلمہ کی رحیم ماں، شفیق محسنہ اور قابلِ احترام معلّمہ تھیں اور آپ نے اپنی پوری زندگی اپنی روحانی اولاد کی تعلیم وتربیت، ان کی خیرخواہی وہمدردی اور انہیں مشکاۃِ نبوت کے نور سے منوّر کرنے میں صرف کردی، اس

عمومی شفقت کے باوجود صنفِ نازک کے ساتھ آپ کی دلچسپی اور دل سوزی کی کیفیت خاص رنگ لیے ہوئے تھی، اس کی ایک وجہ تو اس طبقہ کے ساتھ آپ کی فطری مناسبت تھی، دوسرے یہ کہ سیدہؓ اس حقیقت سے بہ خوبی آگاہ تھیں کہ اسلام سے پہلے تمام انسانی معاشروں میں عورت انسانی عز و شرف اور بنیادی حقوقِ انسانی سے محروم رہی ہے اور صرف اسلام ہی وہ دینِ فطرت ہے جس نے اسے ذلت کی گہرائیوں سے اٹھا کر عزت کی بلندیوں سے سرفراز کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے اسی فطری تعلق اور دینِ اسلام کے ترجمان وشارح ہونے کی حیثیت سے طبقۂ نسواں کے حقوق کی بحالی، ان کی عزتِ نفس کو بلند کرنے اور ان کی فطری مجبوریوں کے پیشِ نظر انہیں خصوصی مراعات کا مستحق قرار دینے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے اس کی تفصیلات سے اسلامی قانون کی پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے کردار اور اپنے طرزِ عمل سے پوری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ عورت اسلام کی عائد کردہ تمام پابندیوں کے باوجود علمی، مذہبی، اجتماعی، پند وموعظت، اصلاح وارشاد اور ملک وملت کی بھلائی کے کام انجام دے سکتی ہے، اس طرح سیدہؓ نے اپنی ہم جنسوں کے سامنے ایک ایسا ولولہ انگیز اور ہمت افزا نمونہ پیش کیا جس سے ان میں اپنے مرتبے اور مقام کی برتری کا احساس اجاگر ہوا، اور ان میں بے پناہ قوتِ عمل بیدار ہوئی، جس کے نتیجے میں اس امت میں ایسی بے شمار ہستیاں پیدا ہوئیں کہ گو ان کا تعلق جنسِ نسوانی سے تھا؛ لیکن اخلاص وللہیت، زہد واطاعت، علم وادب اور دینی علوم کی ترویج واشاعت میں انہوں نے وہ عظمت حاصل کی کہ اجل ائمۂ کرام بھی ان کے خرمنِ فیض سے خوشہ چینی کرنا اپنے لیے اہم سعادت تصور کرتے ہیں۔ سیدہؓ کا یہ عملی کردار اس طبقے پر احسانِ عظیم تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دوسرا اہم احسان طبقۂ خواتین پر یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کے اور خواتین کے درمیان ایک اہم اور مضبوط واسطے کی حیثیت سے فرائض انجام دیتی رہیں، صحابیاتؓ ان کی معرفت اپنی عرض داشتیں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچاتی تھیں اور سیدہ عائشہؓ امکانی حد تک ان کی حمایت کرتی تھیں جس کے نتیجے میں زبانِ رسالت مآب ﷺ سے ایسی ہدایات اور فیصلے جاری ہوئے جو قیامت تک کے لیے ان کے انسانی، اخلاقی اور معاشرتی حقوق کی ضمانت دینے والے چارٹر (Charter) کی حیثیت اختیار کر گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اپنے ہم جنس طبقے پر تیسرا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی ایسے افکار و خیالات کا پوری شدت و جرأت سے دفاع کیا جس سے عورت کی ذلت و پستی کا ادنیٰ سے ادنیٰ احساس ابھرتا تھا، آپ ایسے لوگوں کا سختی سے محاسبہ کرتی تھیں جو عورت کو ایک ذلیل مخلوق تصور کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت بیان کی کہ: اگر نمازی کی حالت میں نمازی کے سامنے سے عورت، کتا یا گدھا گذر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب اس روایت کا علم ہوا تو فرمایا: تم نے کتنا برا کیا کہ ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے برابر کر دیا، کیا عورت بھی ایک ناپاک جانور ہے؟ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پاؤں پھیلائی سوتی رہتی تھی، حجرے میں جگہ نہ تھی، حضور ﷺ نماز میں مصروف ہوتے اور سجدے میں جاتے تو ہاتھ سے اشارہ کرتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو دوبارہ پاؤں پھیلا لیتی، کبھی ضرورت ہوتی تو بدن چرا کر سامنے سے نکل جاتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا صنفِ نازک پر چوتھا اہم احسان یہ ہے کہ انہوں نے ایک فقیہہ اور مفتی کی حیثیت سے اپنی قوتِ اجتہاد واستنباط سے کام لے کر شرعی احکام کی توضیح وتشریح اس انداز میں کی جس میں اس طبقے کی فطری مجبوریوں اور ضرورتوں کو مدِ نظر

رکھتے ہوئے اس کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولتیں اور رعایتیں مل سکیں، ان معاملات میں چوں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا استدلال کتاب وسنت پر مبنی ہوتا تھا؛ لہٰذا بعد میں اسلامی قانون کے ماہرین کا فیصلہ عام طور پر ان کے حق میں رہا اور آج بھی اکثر اسلامی ملکوں میں اُن ہی کے فتووں پر عمل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اپنی روحانی بیٹیوں پر پانچواں اہم احسان یہ ہے کہ انہوں نے ان کی نسوانی شرم وحیا اور عزت وعصمت کی حفاظت کے لیے دینِ متین کے بیان کردہ احکام وفرامین کی خود بھی پوری طرح پابندی کی اور انہیں بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی سختی سے تاکید کی؛ تاکہ وہ غیر اسلامی فیشن اور رواج کے سیلاب میں بہہ کر اپنے اسلامی وقار اور جنسی تشخص کو کھو نہ بیٹھیں۔

یہی وجہ ہے کہ باریک کپڑے سے آپؓ کو نفرت تھی۔ آپؓ کی بھتیجی حفصہ آپؓ کے پاس ایک مرتبہ باریک اوڑھنی اوڑھ کر آئیں جس سے نظر گذر جاتی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے خفا ہو کر اسے کھینچ لیا اور ایک موٹی اوڑھنی لا کر اُڑھا دی۔ اور فرمایا کہ: سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاکید کی ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو چھپائے رکھیں۔

اھل بیت اور سوکنوں کے ساتھ برتاؤ

سوکنوں کے ساتھ برتاؤ

عورت کے لیے سوکن کا ہونا نہایت تلخ اور ناگوار چیز ہے اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک دو نہیں، کل آٹھ سوکنیں تھیں، مگر حضور اقدس ﷺ کی تمام ازواجِ مطہراتؓ انوارِ نبوت سے منور تھیں، اس لیے ان کا آئینۂ دل ہر ایک کی طرف سے نہایت صاف وشفاف رہتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک تو کمسن تھیں، دوسرے یہ کہ تمام ازواج کے بالمقابل شوہر کی نگاہ میں نہایت محبوب تھیں، اس لیے ان کے آئینۂ دل کا اپنی تمام سوکنوں کی طرف سے ہر قسم کے زنگ اور گرد وغبار سے صاف شفاف ہونا انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اور یہ تاریخ کا وہ غیر معمولی واقعہ ہے جو قیامت تک انسانیت کے لیے مشعل راہ اور اپنی نظیر آپ ہے۔ اگر بہ تقاضۂ بشریت کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آ بھی گیا تو اس کی کوئی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ جہاں چند افراد ایک ساتھ رہتے ہوں وہاں یہ چیز ناگزیر ہوا کرتی ہے، بلکہ زندگی کی علامت سمجھی جاتی ہے، اور حقیقتِ واقعہ بھی یہی ہے کہ صفائیٔ قلب کے ساتھ دو یا چند ہم نشینوں میں کبھی کسی واقعہ کا پیش آ جانا آپس میں محبت اور تعلقِ خاطر کی علامت ہوا کرتا ہے۔

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اپنی سوکنوں کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے اور انہوں نے ان کے فضل وکمال کا کس کس انداز میں اعتراف کیا ہے اسے یہاں بالترتیب بیان کیا جا رہا ہے:

امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ

امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور انور ﷺ کی سب سے پہلی زوجۂ محترمہ تھیں، وہ پچیس برس تک آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں، ان کی موجودگی میں آپ ﷺ نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کو دیکھا نہیں تھا، کیوں کہ ان کی وفات کے بعد یہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئی تھیں۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی ازواج میں سے جتنا رشک مجھے حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا اتنا آپ کی کسی اور بیوی پر نہیں آتا تھا، حالاں کہ جب میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئی تو وہ اس دنیا سے جا چکی

تھیں۔ ان پر سب سے زیادہ رشک کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ ان کو بہ کثرت یاد فرمایا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ انہیں جنت میں موتی کے ایک محل کی خوش خبری سنا دیں۔ نیز آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بکری ذبح کرتے تو پابندی کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے یہاں اس کا گوشت بھجوایا کرتے تھے۔

دیکھئے کہ تذکرۂ غیرت کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کس عالی حوصلگی کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کی قدر و منزلت اور ان کے فضل و شرف کا اعتراف کیا کہ خداوندِ قدوس نے اپنے رسول ﷺ کی معرفت ان کو جنت میں موتی کے ایک ایسے محل کی بشارت دی ہے جو ہر قسم کے رنج و غم سے خالی ہوگا۔ اس کے علاوہ دیگر بہت سی باتیں جو حضرت خدیجہؓ سے متعلق ہیں وہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے مروی ہیں۔

ام المومنین حضرت سودہؓ

حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً ایک ماہ کے فصل سے حضور ﷺ کی زوجیت میں داخل ہوئی ہیں، البتہ عقدِ نکاح کے بعد حضرت سودہؓ تو فوراً ہی آپ ﷺ کے کاشانۂ اطہر پر آ کر ساتھ رہنے لگیں، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ عقدِ نکاح کے تقریباً ساڑھے تین برس بعد مدینہ میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوکر آپ ﷺ کے پاس آئیں، لہٰذا حضرت سودہؓ ساڑھے تین برس تک بغیر کسی سوکن کے تنِ تنہا آپ ﷺ کی رفاقت میں رہیں، اور جب حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کے درِ دولت پر فروکش ہوئیں تو بہ حیثیت سوکن حضرت سودہؓ موجود تھیں۔ چناں چہ بہ مقتضائے فطرت دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے انقباض پیدا ہوسکتا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کو اپنے لیے خلل انداز تصور کرسکتی تھیں؛ لیکن جو کچھ ہونا چاہیے تھا معاملہ اس کے بالکل برعکس رہا۔ حضور اقدس ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں

نو برس کا طویل زمانہ دونوں نے اس الفت ومحبت اور انس ومودت کے ساتھ بسر کیا کہ دونوں کا آپس میں ایک دوسرے کا سوکن ہونا ہی محسوس نہیں کیا جاسکتا، اور پھر تا حیات دونوں کا باہمی اتحاد وتعاون ایک دوسرے کے ساتھ قائم اور باقی رہا، حضرت سودہؓ عمر دراز اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کمسن تھیں، چناں چہ اپنے تجربات کی بنا پر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھریلو معاملات میں نہایت خیر خواہی کے ساتھ مخلصانہ مشورہ دیا کرتی تھیں، اور یہ ان کے مشورہ کو عزت واحترام کے ساتھ قبول کیا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت سودہؓ کے فضل وکمال کی حد درجہ معترف تھیں، فرماتی تھیں کہ: سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی، اعتراف فضل وکمال کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت سودہؓ کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھا، اور ان کے ایثار کی صمیمِ قلب کے ساتھ قدر دان رہیں اور ان کی بزرگی کے احترام میں کبھی کوتاہی نہیں برتی۔

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تقریباً آٹھ برس کی رفاقت کا معاملہ رہا، لیکن دونوں نے یہ پوری مدت آپس میں نہایت لطف ومحبت اور اتحاد واتفاق کے ساتھ گزاری، دونوں کے درمیان کبھی کوئی تلخی واقع نہیں ہوئی: بلکہ گھریلو معاملات میں دونوں ہمیشہ ہم رائے رہیں، اور دوسری ازواج کے بالمقابل ایک دوسرے کی معین ومددگار بنی رہیں، تازندگی کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی دونوں میں بُعد پیدا ہوا ہو، اور باہمی رنجش کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو۔

اُمّ المومنین حضرت امِ سلمہؓ

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تقریباً سات سال تک ساتھ رہا، حسن و جمال کے ساتھ، عقل وفہم اور فقہی بصیرت رکھنے کی بنا پر ایک طرح سے حضرت ام سلمہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہمسر مانی جاتی تھیں، تاہم ایک جزئی واقعہ کو چھوڑ کر تا زندگی کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے پتہ چلتا ہو کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ان کے درمیان باہمی رنجش وملال رہا ہو؛ بلکہ دونوں کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے، اور ایک مرتبہ تنگی کا جو جزئی واقعہ پیش آ گیا تھا، اس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی طرف سے کبھی کسی طرح کے رنج وملال کا اظہار نہیں کیا۔

جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کے پاس ہدایا وغیرہ خصوصیت کے ساتھ اسی دن بھیجا کرتے تھے جس دن آپ ﷺ کا قیام حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ہوتا تھا، دوسری ازواج کے لیے یہ چیز تکدّر کا باعث تھی، انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنا سفیر بنا کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا، تاکہ وہ آپ سے یہ عرض کریں کہ لوگ ہدایا وغیرہ تمام ازواج کی باری پر آپ کے یہاں بھیجا کریں، حضرت عائشہؓ کی باری والے دن کو خاص نہ کریں، تاکہ ان کی طرح دوسری ازواج کی قدر ومنزلت بھی ظاہر ہو۔ حضرت ام سلمہؓ نے نہایت متانت کے ساتھ تمام ازواج کی طرف سے آپ کی خدمتِ اقدس میں موقع بہ موقع تین بار درخواست پیش کی، دو مرتبہ تو آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، مگر جب تیسری مرتبہ انہوں نے درخواست پیش کی تو فرمایا: عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ، خدا کی قسم! اس کے علاوہ کسی اور کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ اس پر حضرت ام سلمہؓ نے فوراً معذرت چاہی اور آئندہ اس قسم کی بات

کرنے سے ہمیشہ گریز کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پورے واقعہ کی خبر تھی؛ لیکن علم ہونے کے باوجود انہوں نے نہ تو کسی قسم کی آزردگی ظاہر کی اور نہ ہی دل میں کسی قسم کا ملال رکھا، بلکہ حسب سابق حضرت ام سلمہؓ سے تعلقات کی استواری وخوشگواری کو پوری طرح باقی رکھا۔

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ

حضرت زینب بنت خزیمہ حضور اقدس ﷺ کی زوجیت میں کل آٹھ مہینہ اور بقولِ بعض صرف تین مہینے رہی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ یا دوسری ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ ان کے کسی طرح کے کسی معاملہ کا تذکرہ کتب تاریخ وسیر میں مذکور نہیں ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحشؓ

حضرت زینب بنت جحشؓ دوسری بہت سی خوبیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں، ظاہری حسن وجمال سے آراستہ اور نہایت خوددار تھیں؛ البتہ مزاج میں ذرا سی تیزی تھی۔ مذکورہ بالا صفات سے متصف ہونے کی بنا پر وہ اپنے آپ کو دوسری تمام ازواجِ مطہراتؓ سے زیادہ عزت وتوقیر کا مستحق سمجھتی تھیں۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ: تمام ازواجِ مطہراتؓ میں تنہا وہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معاملہ ان کے ساتھ بھی نہایت مخلصانہ، اعترافِ فضل وکمال اور مودت ومحبت کا تھا، کتب احادیث میں دونوں کے درمیان تلخی کے ایک دو واقعے کے علاوہ زندگی بھر کسی ایسے واقعہ کا ذکر نہیں ملتا ہے جو دونوں کے درمیان اختلاف کا پتہ دیتا ہو۔

اور تلخی کا جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حیثیت صرف مدا

فعانہ ہے، چناں چہ مسلم شریف کی روایت میں مذکور ہے کہ پہلے تو ازواجِ مطہراتؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سفیر بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، تا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجے جانے والے ہدایا وغیرہ کے بارے میں آپ ﷺ سے بات کریں، وہ آئیں اور بات کی، مگر آپ ﷺ کے جواب سے مطمئن ہو کر واپس چلی گئیں، اور پھر اصرار کے باوجود اس سلسلہ میں دوبارہ آپ ﷺ سے گفتگو کے لیے تیار نہیں ہوئیں۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ سفیر بن کر آئیں اور نہایت جرأت کے ساتھ آپ ﷺ سے بات کی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بھی اپنی خفگی کا اظہار کیا، حضرت عائشہ صدیقہؓ خاموشی کے ساتھ ان کی تمام باتیں سنتی رہیں، وہ اس انتظار میں تھیں کہ آپ ﷺ کی مرضی ہو تو جواب دیں، چناں چہ جب اشارتاً آپ ﷺ کی طرف سے جواب دینے کی اجازت مل گئی تو اٹھیں، اور ایسا مسکت جواب دیا کہ حضرت زینبؓ کو خاموشی کے ساتھ واپس چلے جانے میں ہی عافیت نظر آئی، وہ جب لاجواب ہو کر واپس جانے لگیں تو حضور اقدس ﷺ نے مسکرا کر فرمایا: کیوں نہ ہو! آخر یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

مذکورہ واقعہ میں دونوں کے درمیان نہایت تلخی واقع ہوئی ہے، اور یہ سلسلہ ناگوار حد تک دراز ہو گیا ہے، مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی صاف دلی اور ان کے حسنِ اخلاق کو دیکھیے کہ وہ اسی ناخوشگوار واقعہ کو بیان کرتے ہوئے نہایت فراخ دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ حضرت زینبؓ کے فضل وکمال کا مسلسل اظہار واعتراف کیے جا رہی ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ: پھر (یعنی حضرت فاطمہ کے بعد) زینب آئیں، اور تمام ازواجِ مطہرات میں حضور انور ﷺ کے سامنے انہیں کو میری ہم سری کا دعویٰ تھا، میں نے زینب سے زیادہ دیندار، پرہیزگار، راست گفتار، صدقہ اور صلہ رحمی کرنے والی کسی عورت کو نہیں دیکھا، وہ نہایت فیاض، سخی، مخیر اور خداوندِ قدوس کا قرب حاصل کرنے میں کوشش کرنے والی تھیں۔

امّ المؤمنین حضرت جویریہؓ

حضرت جویریہؓ پیکرِ حسن و جمال تھیں، وہ جب حضور اقدس ﷺ کی زوجیت میں داخل ہوئیں تو ان کے حسن و جمال کی بنا پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ آپ ﷺ کی نگاہ میں کہیں ان سے کم رتبہ نہ ہو جائیں؛ مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ خوف جلد ہی ختم ہو گیا؛ کیوں کہ حضرت جویریہؓ کی وجہ سے ان کی قدر و منزلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اور کمی واقع ہوتی بھی کیوں؟ اس لیے کہ کسی کا حسن و جمال آپ ﷺ کے یہاں قدر و منزلت کا معیار تھا ہی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت جویریہؓ کے درمیان کبھی کسی معاملہ میں اختلاف ہوا ہو یا آپس میں رنج و ملال کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو اس سے کتبِ تاریخ و احادیث ساکت ہیں؛ البتہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ فراخ دلانہ اعتراف ضرور کیا ہے کہ میں نے کسی اور عورت کو نہیں دیکھا جو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے حق میں بابرکت ثابت ہوئی ہو؛ کیوں کہ غزوۂ بنوالمصطلق میں شریک صحابۂ کرامؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا ہے تو اپنے اپنے حصہ کے قیدیوں کو یہ کہہ کر فوراً آزاد کر دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں ان کو باندی غلام بنا کر رکھنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت امِ حبیبہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت امِ حبیبہؓ کے درمیان کتبِ حدیث میں مخالفت یا رنجش وغیرہ کا کوئی واقعہ مذکور نہیں ہے؛ البتہ کتبِ تاریخ و سیر میں یہ ملتا ہے کہ حضرت امِ حبیبہؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آ گیا، اور قرائن وغیرہ سے ان کو اس کا یقین ہو گیا کہ اب میں اچھی نہیں ہو سکتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انہوں نے

اپنے پاس بلوایا، جب وہ آ گئیں تو یہ کہا کہ: سوکنوں کے مابین کچھ نہ کچھ تلخی اور رنج وملال کا واقعہ پیش آ ہی جایا کرتا ہے، اگر بہ تقاضائے بشریت کبھی ایسا ہو گیا ہو تو تم مجھے معاف کر دینا، خدا ہم دونوں کو معاف فرمائے، اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا: خدا سب کچھ معاف کرے۔ اس جواب سے خوش ہو کر حضرت ام حبیبہؓ نے کہا: اس وقت جس طرح تم نے مجھے مسرور کیا، خدا تم کو بھی ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت صفیہؓ کے درمیان بھی تلخی اور رنجش کا کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا جو آمنے سامنے پیش آیا ہو، حدیث وتاریخ میں ان دونوں سے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی زوجیت میں داخل ہو کر جب مدینہ منورہ پہنچیں تو متعدد وجوہ کی بنا پر جن میں ان کا نہایت حسین وجمیل ہونا بھی داخل تھا، بہت سی عورتیں ان کو دیکھنے گئیں، خفیہ طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی پہنچیں، مگر آپ ﷺ نے انہیں دیکھ لیا اور قریب آ کر پوچھا، بتاؤ! تم نے صفیہ کو کیسا پایا؟ اس پر انہوں نے کہا: یہودیہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو، وہ بہ صد اخلاص دامنِ اسلام سے وابستہ ہو چکی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت صفیہؓ کے پستہ قد ہونے کا تذکرہ آپ ﷺ کے سامنے بہ طورِ عیب کیا تھا اس موقع پر بھی آپ نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ: عائشہ! تم نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ اگر سمندر میں ڈال دیں تو وہ بھی کڑوا اور بدبودار ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت صفیہؓ کے درمیان پیش آنے والے مذکورہ بالا واقعات میں سے کوئی بھی واقعہ آمنے سامنے کا نہیں ہے، پھر یہ کہ جب حضور اقدس ﷺ نے ان کے عمل کی خرابی پر انہیں متنبہ فرمایا ہے، تو فوراً انہوں نے اس کے تدارک کی کوشش

کی ہے، اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت صفیہؓ کی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ چناں چہ انہیں کا بیان ہے کہ صفیہ کھانا بہت جلد اور نہایت عمدہ پکایا کرتی تھیں، میں نے کسی اور عورت کو ان سے عمدہ کھانا پکانے والی نہیں دیکھا۔

مذکورہ دونوں ازواج میں رشتۂ الفت ومحبت کے نہایت استوار اور قوی ہونے کی ایک بیّن دلیل یہ بھی ہے کہ ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں بنی ہوئی تھیں اور حضرت صفیہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی جماعت میں شامل تھیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ

حضرت میمونہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے تعلقات کے بارے میں بھی کتابوں میں کچھ مذکور نہیں ہے، یہ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دونوں کے تعلقات میں استواری اور الفت ومحبت رہی ہے۔ ''تہذیب التہذیب'' اور ''الطبقات'' میں مذکور ہے کہ جب حضرت میمونہؓ کا انتقال ہوا تو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: وہ ہم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

حضور اقدس ﷺ کی صاحبزادیوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا برتاؤ

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی تمام سوکنوں کے ساتھ جس لطف ومہربانی، عدل وانصاف اور عزت وتوقیر کا معاملہ کیا، اور جس اخلاص کے ساتھ ان کی نیکیوں اور خوبیوں کا اعتراف کر کے ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا اس کا ایک نمونہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا، اب ہلکی سی جھلک اس کی بھی ملاحظہ کرتے چلیے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا برتاؤ حضور اقدس ﷺ کی صاحبزادیوں کے ساتھ جو ان کی سوتیلی اولاد تھیں کیسا رہا؟۔

حضور اقدس ﷺ کے یہاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے راجح قول کے مطابق چھ اولاد ہوئیں، دولڑکے اور چار لڑکیاں، دونوں لڑکے تو بچپن میں ہی راہیٔ ملکِ بقا ہو گئے، البتہ چاروں لڑکیاں جوان ہوکر اپنے گھر بار والی ہوئیں، مگر ان میں سے بھی تین آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں جنّت کو سدھار گئیں، آپ ﷺ کے وصال بالرفیق الاعلیٰ سے پہلے تک صرف حضرت فاطمہؓ باحیات رہیں، پھر چھ ماہ بعد وہ بھی آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ۱ ھ کے اواخر میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوکر آپ ﷺ کے کاشانۂ اطہر پر فروکش ہوئیں، اُس وقت آپ ﷺ کی چاروں بیٹیاں باحیات تھیں، جن میں سے بڑی بیٹی حضرت زینبؓ اپنے شوہر جناب ابو العاص کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں تھیں، اور حضرت رقیہؓ اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینۂ منورہ میں ہی تھیں، کاشانۂ اقدس پر صرف دو بیٹیاں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ موجود تھیں۔ پھر ۲ ھ میں حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ نے حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا، اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئیں۔

حضرت رقیہؓ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کوئی سابقہ ہی نہیں پڑا، البتہ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت زینبؓ سے سات آٹھ برس تک کسی نہ کسی درجہ میں سابقہ پڑتا رہا؛ کیوں کہ اول الذکر کا انتقال ۹ ھ میں اور ثانی الذکر کا ۸ ھ میں ہوا ہے، مگر کتب حدیث وتاریخ میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا مذکور نہیں ہے جس سے پتہ چلتا ہو کہ حضور اقدس ﷺ کی ان دونوں بیٹیوں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے درمیان کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا ہو۔

آپ ﷺ کی اولاد میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اصل سابقہ حضرت فاطمہؓ سے رہا ہے، اور ان دونوں کے باہمی تعلقات میں ہمیشہ خوش گواری رہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ذی الحجہ ۲ ھ میں ہوا ہے، اس وقت بہ حیثیت ماں حضرت عائشہؓ خانۂ نبوت میں موجود تھیں، اور شادی کا سامان تیار کرنے میں آپ ام المومنین حضرت سودہؓ کے ساتھ از اول تا آخر مکمل شریک رہی ہیں، اور نہایت اہتمام کے ساتھ ان کو شوہر کے گھر رخصت کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے متعلق کتب احادیث میں جو کچھ مذکور ہے اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ دونوں کے درمیان باہمی الفت ومحبت اور یکجہتی کا معاملہ رہا ہے، چناں چہ حضرت فاطمہؓ کے فضل وکمال کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: میں نے چال ڈھال، نشست وبرخاست، طور وطریق اور سیرت وعادت میں حضور ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ حضرت فاطمہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔

وفات

وفات سے پہلے

جب سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیمار ہوئیں اور ان پر غفلت طاری ہوئی تو حضرت ابن عباسؓ ان کی عیادت کے لیے آئے۔ سیدہ عائشہؓ نے اس خیال سے اجازت دینے میں تأمل کیا کہ وہ آکر ان کی تعریف کریں گے، کسی نے ان سے کہا کہ: یہ تو رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور امتِ مسلمہ میں ذی وجاہت ہیں، انہیں تو اجازت ملنی چاہیے، سیدہ عائشہؓ نے فرمایا کہ: اجازت دے دو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اندر تشریف لائے اور پوچھا کہ: اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے جواب دیا: اگر مجھ میں تقویٰ ہے تو میں خیریت سے ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ: آپ ان شاء اللہ خیر وعافیت ہی میں رہیں گی، آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں، آپ کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے رسول اللہ ﷺ نے

نکاح نہیں کیا، آپ کی براءت آسمان سے اتری، آپ تو بیچ پیش رو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کے پاس جارہی ہیں، فکر کس بات کی۔ یہ بات کہہ کر وہ چلے گئے۔ اتنے میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ تشریف لائے سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: ابن عباس آئے تھے، انہوں نے میری تعریف کی، میں تو یہ چاہتی ہوں کہ بھولی بسری ہو جاتی۔

وصیت اور وفات

پھر سیدہ عائشہؓ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی کہ مجھے دوسری ازواج مطہرات کے پاس ہی دفن کر دینا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روضۂ مبارک میں ایک جگہ جو ابھی باقی ہے وہاں دفن نہ کرنا: کیوں کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتی کہ مجھے دوسری ازواج کے مقابلے میں کوئی برتر مقام دیا جائے۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال بالرفیق الاعلیٰ کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کل اٹھارہ برس کی تھیں، اور آپ ﷺ کے بعد اڑتالیس برس تک زندہ رہیں، منگل کی شب، ۱۷/ رمضان المبارک ۵۸ھ میں تقریباً سڑسٹھ برس کی حیاتِ مستعار پا کر راہئ ملک بقا ہوئیں۔

حضرت عائشہؓ کی ایک وصیت اور ایک بشارت

انتقال کے پہلے ایک وصیت تو یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مجھے حجرہ میں دفن نہ کیا جائے، بلکہ دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ بقیع کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اور دوسری یہ کہ رات کو اگر انتقال ہو تو صبح طلوع ہونے کا انتظار نہ کیا جائے، چناں چہ وصیت کے مطابق بعد نمازِ عشا رات کا ایک معتد بہ حصہ گذر جانے کے بعد دفن کی گئیں۔

نمازِ جنازہ اور تدفین

حضرت ابو ہریرہؓ اس وقت مدینۂ منورہ کے منصب امارت پر مروان کی طرف سے

قائم مقام امیر تھے، اس لیے انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی، نمازِ جنازہ کے بعد آپؓ کے بھتیجوں اور بھانجوں قاسم بن محمد بن ابوبکر، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ بن عتیق، عروہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قبر میں اتارا اور اسوۂ نبوی کا یہ پیکرِ جمیل ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔

اولاد

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کنواری حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور پورے نو برس تک آپ کی رفاقت میں رہیں، مگر آپ ﷺ سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی؛ لیکن وہ تقدیرِ الٰہی پر پورے طور سے راضی تھیں، کتب حدیث وتاریخ میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا مذکور نہیں ہے جس سے پتہ چلتا ہو کہ اولاد نہ ہونے پر ان کو کسی طرح کا کوئی شکوہ وگلہ رہا ہو۔

سوگوار عالمِ اسلام

اُمّ المومنین کی وفات سے پورا عالمِ اسلام سوگوار ہو گیا، اور کیوں نہ ہوتا کہ یہ اس مادرِ مشفق کا سانحہ ارتحال تھا جس نے اسوۂ نبوی ﷺ کا عملی نمونہ بن کر پورے عالم کی رہنمائی کا عظیم فریضہ انجام دیا تھا، اور حضور ﷺ کی تعلیمات کی نشر واشاعت میں زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا تھا۔

جنازہ میں ہجوم کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بہ وقتِ شب مدینہ منورہ میں کبھی اس قدر اژدحام نہیں دیکھا گیا۔

اُمّ المومنین حضرت امِ سلمہؓ کا خراجِ عقیدت

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے انتقال پر جب ان کے مکان سے آہ وبکا کی آواز بلند

ہوئی تو اُمّ المومنین حضرت امِ سلمہؓ نے ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: وہ حضور اقدس ﷺ کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: خدا ان پر رحمت نازل کرے، وہ اپنے والدِ نامدار کے علاوہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

مآخذ و مراجع

(۱) صحیح بخاری
(۲) صحیح مسلم
(۳) سیر اعلام النبلاء
(۴) طبقات ابن سعد
(۵) صحابیات مبشرات
(۶) ازواج مطہرات، حیات و خدمات
(۷) فضائل امہات المومنین
(۸) سیرت مصطفیٰ، جلد سوم
(۹) رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں
(۱۰) نامور مسلم خواتین
(۱۱) اُمّ المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ
(۱۲) صحابیات
(۱۳) تذکار صحابیات
(۱۴) امت مسلمہ کی مائیں
(۱۵) خواتینِ اسلام کی دینی و علمی خدمات
(۱۶) امہات المومنین
(۱۷) عشرہ مبشرہ
(۱۸) پندرہ جنتی صحابیات